بیت بازی

دل کی گہرائیوں کو چھو لینے والے اشعار کا مجموعہ

۴۰۰۰ ہزار سے زائد شعر اردو حروف تہجی کے حساب سے

فہرست

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

الف

آ۔(اَ۔لف) [ع۔ا۔مذکر] اُردو فارسی اورعربی حروف تہجی کا پہلا حرف ۔ الف کی دو قسمیں ہیں: ممدودہ اور مقصورہ۔ الف ممدودہ کو کھینچ کر پڑھتے ہیں۔ اوراس کے اوپر مد ہوتا ہے۔ جیسے آپ ۔آگ ۔آمد۔ الف مقصورہ کو الف ممدودہ کی مانند کھینچ کرنہیں پڑھتے ۔جیسے اگر سال۔ تاج علامتی اعتبار سے الف کے معنی ہیں: خدائے واحد۔ صیقل کی لکیر۔راستی ۔مفرد۔ اکیلا ۔ننگا ۔بہادر۔ حساب ابجد میں اس کاعدد ایک ہے۔
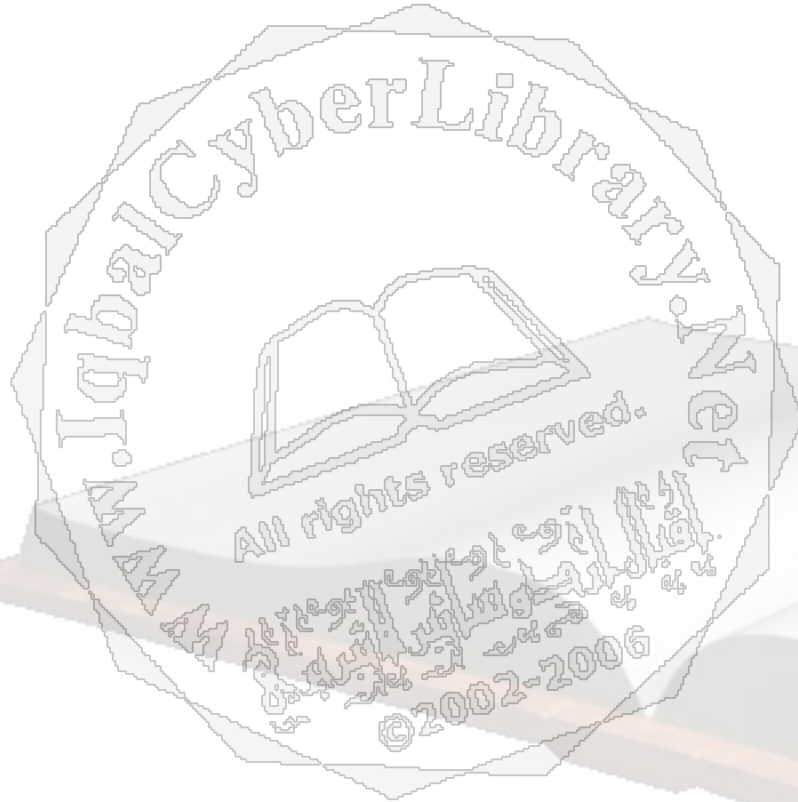
آپ اپنے قتل میں شامل تھا میں مقتول شوق
یہ کھلا مجھ پر ،طلب کا خون بہا دیتے ہوئے

آپ ہی تو نہیں مگر دل میں
ایک تصویر آپ کی سی ہے

آتے آتے یونہی دم بھر کو رکی ہوگی بہار
جاتے جاتے یونہی پل بھر کو خزاں ٹھری ہے

آج انسان کا چہرہ تو ہے سورج کی طرح
روح میں گھور اندھیرے کے سوا کچھ بھی نہیں

آج تو میرا دل کہتا ہے
تو اس وقت اکیلا ہو گا

آنکھ رکھتے ہو تو اس آنکھ کی تحریر پڑھو
منہ سے اقرار نہ کرنا تو ہے عادت اس کی

آج کا دن بھی درو بام کو تکتے گزرا
آج کی رات بھی آنکھوں میں گنوا دی جائے

آنکھوں میں دھیرے دھیرے، ترکے پرانے غم
پلکوں میں ننھے ننھے ستارے پرو گئے

آج نہ جانے راز یہ کیا ہے
ہجر کی رات اور اتنی روشن

آیا ہی تھا ابھی مرے لب پر وفا کا نام
کچھ دوستوں نے ہاتھ میں پتھر اٹھا لیے

آ کہ اب تسلیم کر لیں تو نہیں تو میں سہی
کون مانے گا کہ ہم میں بے وفا کوئی نہیں

اپنی صورت بگڑ گئی لیکن
ہم انھیں آئینہ دکھا کے رہے

اب احتیاط کی دیوار کیا اٹھاتے ہو
جو چور دل میں چھپا تھا وہ کام کر بھی گیا

اب بھی ان یادوں کی خوشبو ذہن میں محفوظ ہے
بارہا ہم جن سے گلزاروں کو مہکانے گئے

اب بھی برسات کی راتوں میں بدن ٹوٹتا ہے
جاگ اٹھتی ہیں عجب خواہشیں انگڑائی کی

اب تیری ضرورت بھی بہت کم ہے میری جاں
اب شوق کا کچھ اور ہی عالم ہے میری جاں

اب دل میں کیا رہا ہے تیری یاد ہو تو ہو
یہ گھر اسی چراغ سے آباد ہو تو ہو

اب دیکھ یہ حسرت بھری اجڑی ہوئی آنکھیں
دنیا ترے بارے میں میرے خواب بہت تھے

اب ذوق طلب وجہء جنوں ٹھہر گیا ہے
اب عرض وفا باعث رسوائی ہے

اب سچ کہیں تو یارو ہم کو خبر نہیں تھی
بن جائے گا قیامت اک واقعہ ذرا سا

اب کسی طور سے گھر جانے کی صورت ہی نہیں
راستے میرے لیے ہو گئے دلدل کی طرح

اب کہ وہ درد دے کہ میں روؤں تمام عمر
اب کے لگا وہ زخم کہ جینا محال ہو

اب کھلا ہے کہ تیرا حسن تغافل تھا کرم
گرچہ کچھ دیر طبعت میری گھبرائی بھی

اب کے بچھڑے تو نہ پہچان سکیں گے چہرے
میری چاہت ترے پندار کا مر جانا ہے

اب وہ کسی بساط کی فہرست میں نہیں
جن منچلوں نے جان لگا دی تھی داؤ پر

اب یہ سمجھائیں بھی کسی کو کہ تیری چاہت میں
جان ہی نکلی ہے ارمان تو کیا نکلے

اب یہ ہی دکھ ہے ہم میں تھی کمی اس میں نہ تھی
اس کو چاہا تھا مگر اپنی طرح چاہا نہ تھا

ابھی ابھی وہ گئے ہیں مگر یہ عالم ہے
بہت دنوں سے وہ جیسے نظر نہیں آئے

ابھی تو وعدہ و پیماں ہیں اور یہ حال اپنا
اپنا یہ حال کہ جی ہار چکے لٹ بھی چکے

وصال ہو تو خوشی سے ہی مر نہ جائیں کہیں
اور محبت وہی انداز پرانے مانگے

ابھی تو ہم نفسوں کو ہے وہم چارہ گری
اپنے اپنے بے وفاؤں نے ہمیں یکجا کیا

ہوئی نہ درد میں پھر بھی کمی تو کیا ہوگا
ورنہ میں تیرا نہیں تھا اور تو میرا نہ تھا

ابھی نہ چھیڑ محبت کے گیت اے مطرب
اپنے رستے ہوئے زخموں پہ چھڑک لیتا ہوں

ابھی حیات کا ماحول خوشگوار نہیں
راکھ جھڑتی ہے جو احساس کے انگاروں سے

اپنا کام ہے صرف محبت باقی اس کا کام
اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں بسا لے مجھ کو

جب چاہے وہ روٹھے ہم سے، جب چاہے من جائے
میں ہوں تیرا تو نصیب اپنا بنا لے مجھ کو

اپنے ہی سر کے زخم کا کچھ کیجیے علاج
آیا ہے کس طرف سے یہ پتھر نہ دیکھیے

اتر رہی ہیں عجب خوشبو میں رگ و پے میں
یہ کس کو چھو کے میرے شہر میں صبا آئی

اتنی فرصت بھی کسے ہے لیکن
گاہے گاہے ہمیں پوچھا کیجیے

اتنی مروتیں تو کہاں دشمنوں میں تھیں
یاروں نے جو کہا میرے منہ پر نہیں کہا

اٹھو ستم زدو چلیں یہ دکھ کڑا سہی مگر
وہ خوش نصیب ہے یہ زخم جس کو راس آگیا

اٹھیں گے ابھی اور بھی طوفاں مرے دل سے
دیکھوں گا ابھی عشق کے خواب اور بھی زیادہ

اجڑ گئی ہے میری کائنات دل پھر بھی
میری نگاہ میں آباد اک جہان سا ہے

اجنبی سے نظر آئے تیرے چہرے کے نقوش
جب تیرے حسن پہ میں نے نظرثانی کی

احساس بھی نہ تھا کہ ہے پتھر بدن میرا
ہاں ڈوبنا پڑا ہے ابھرنے کی آس پر

احساس میں شدید تلاطم کے باوجود
چپ ہوں مجھے سکون میسر ہو جس طرح

اس آس پہ ہر آئینے کو جوڑ رہا ہوں
شائد کوئی ریزہ میرے چہرے کا پتا دے

اس بدلتے ہوئے زمانے میں
تیرے قصے بھی کچھ پرانے لگے

اس خوف سے وہ ساتھ نبھانے کے حق میں ہے
کھو کر مجھے ، یہ لڑکی کہیں دکھ سے مر نہ جائے

اس رات آسمان کی رنگت عجیب تھی
اس رات اپنے گھر میں کوئی سو نہیں سکا

اس سے اک بار تو روٹھوں میں اسی کی مانند
اور مری طرح سے وہ مجھ کو منانے آئے

اس شہر محبت میں عجب کال پڑا ہے
ہم جیسے سبک لوگ بھی نایاب بہت ہیں

اس کی باتیں بھی دلآویز ہیں صورت کی طرح
میری سوچیں بھی پریشان مرے بالوں جیسی

اس کی تصویر لیے بیٹھا ہے آنکھوں میں قتیل
جس کے ملنے کی کوئی آس نہیں ہے یارو

اس کی چاہت میں بڑا جی کا زیاں ہے یارو
یہ الگ بات ہے کہ ہم ے اسے چاہا پھر بھی

اسی راستے میں آخر وہ کڑی منزل بھی آئے گی
جہاں دم توڑ دے گی یاد یاراں ہم نہ کہتے تھے

اسی کوچے میں کئی اس کے شناسا بھی تو ہیں
وہ کسی در سے ملنے کے بہانے آئے

اک دفعہ بکھری تو ہاتھ آئی ہے کب باد شمیم
دل سے نکلی ہے تو کب لب پہ فغاں ٹھہری ہے

اک زندگی گزیدہ سے یہ دشمنی نہ کر
اے دوست مجھ کو عمر ابد کی دعا نہ دے

اک عجب شور سا بپا ہے کہیں
کوئی خاموش ہوگیا ہے کہیں

اک عشق کا غم آفت اور اس پہ یہ دل آفت
یا غم نہ دیا ہوتا یا دل نہ دیا ہوتا

اک عمر سے ہوں لذت گریہ سے بھی محروم
اے راحت جاں مجھ کو رلانے کے لئے آ

اک عمر کٹ گئی ہے تیرے انتظار میں
ایسے بھی ہیں کہ کٹ نہ سکی جن سے ایک رات

اک کرن بھی تو نہیں غم کی اندھیری رات میں
کوئی جگنو، کوئی آنسو کوئی تارہ کچھ تو ہو

اک لمحے کو آیا تھا، سر بزم وہ خوش رو
جو گھر سے گئے دیکھنے گھر تک نہیں پہنچے

اک ہم سفر کو کھو کے یہ حالت ہوئی عدم
جنگل میں جس طرح کوئی بے آس رہ گیا

اگر تو اتفاقاً مل بھی جائے
تیری فرقت کے صدمے کم نہ ہونگے

اگرچہ مجھ کو جدائی تری گوارہ نہیں
سوائے اس کے مگر اور کوئی چارہ نہیں

اگر نہ درد میری روح میں اتر جاتا
میں جیسا بے خبر آیا تھا، بے خبر جاتا

ان سے مل کر بھی کہاں مٹتا ہے دل کا اضطراب
عشق کی دیوار کے دونوں طرف سایہ نہیں

ان سے مل نظر تو پلٹ کر نہ آسکی
وہ رشتۂ نگاہ بھی کب درمیان رہا

ان قربتوں نے اور بھی تنہا سا کر دیا
اب درمیان ہمارے کوئی فاصلہ نہیں

ان کو غرور حسن ہے مجھ کو سرور عشق
وہ بھی نشے میں چور ہیں میں بھی پیئے ہوئے

انا پرست ہے اتنا کہ بات سے پہلے
وہ اٹھ کے بند میری ہر کتاب کر دے گا

اندھیرا اندھیرا سا چھانے لگا
میرے پاس سے جب وہ جانے لگا

انسانوں کا خون ہی تم کو پینا ہے
کھوپڑیوں میں پی لو یا پیمانوں میں

اور کیا اس سے زیادہ کوئی نرمی برتوں
دل کے زخموں کو چھوا ہے تیرے گالوں کی طرح

اوروں کے پاس جا کے میری داستان نہ پوچھ
جو کچھ ہے میرے چہرے پہ لکھا ہوا بھی دیکھ

اہل وفا سے بات نہ کرنا ،ہوگا تیرا اصول میاں
ہم کیوں چھوڑیں ان گلیوں کے پھیروں کا معمول میاں

ایسی مشکل تو نہیں دشت وفا کی تسخیر
سر میں سودا بھی تو ہو، دل میں ارادہ بھی تو ہو

ایک بھی تو دکھاؤ منزل پر
جس کو دیکھا ہو رہنما کے سوا

ایک گمنام مسرت کا بھی پہلو نکلے
کچھ قرینے سے اگر غم کو سجایا جائے

اے خاک نشینو اٹھ بیٹھو، وہ وقت قریب آ پہنچا ہے
جب تخت گرائے جائیں گے، جب تاج اچھالے جائیں گے

اے صبا آ کہ دکھائیں تجھے وہ گل جس نے
باتوں ہی باتوں میں گلزار کھلا رکھا ہے

اے کہ اب بھول گیا رنگ حنا بھی تیرا
خط کبھی خون سے تحریر ہوا کرتے تھے

ب
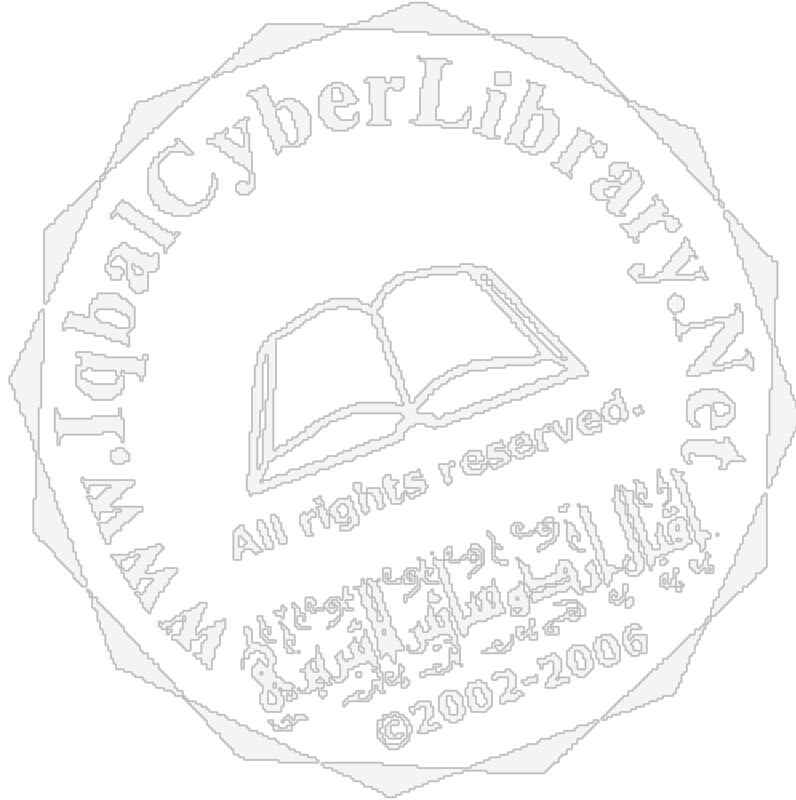
ب (بے)[مؤنث] اُردو۔ فارسی اور عربی کا دُوسرا اور ہندی کا تیئیسواں حرف ۔ حساب ابجد میں اس کے دو عدد مقرر ہیں۔یہ حرف فارسی ترکیبوں میں مفتوح اورعربی میں مکسور ہوتا ہے۔

بات کہنے کی ہمیشہ بھولے
لاکھ انگشت پہ دھاگہ باندھا

بادل فضا میں آپ کی تصویر بن گئے
سایہ کوئی خیال سے گزرا تو رو دیئے

بادل کا شور ہانپتے پیڑوں کی بے بسی
یوں دیکھتا ہوں میرے ہی اندر ہو جس طرح

بارشوں میں اس سے جا کے ملنے کی حسرت کہاں
کوکنے دو کوئلو کو اب مجھے فرصت کہاں

باریابی کا برا ہو کہ اب ان کے در پر
اگلے وقتوں کی مدارات نہیں ہوتی

باغبان تیری عنایت کا بھرم کیوں کھلتا
ایک بھی پھول جو گلشن میں ہمارا ہوتا

باقی میرے حصے کی اب دو ہی یہ باتیں ہیں
جینے کی دعا دینا مرنے کی دعا کرنا

باندھ کر سنگ وفا تو نے کر دیا غرقاب
کون ایسا ہے جو اب ڈھونڈ نکالے مجھ کو

بتا رہے ہیں دل غم زدہ کے افسانے
کسی کی یاد سے یہ زندگی حسین تھی کبھی

بجھی ہے آگ مگر اس قدر زیادہ نہیں
دوبارہ ملنے کا امکان ہے ارادہ نہیں

بجھے بجھے نہ بجھے آگ کا بھروسہ کیا
غم فراق کو پابند ماہ و سال نہ کر

بچائے رکھنا مجھے وقت کی ہواؤں سے
کہ مشت خاک ہوں دیکھو بکھر بھی سکتا ہوں

بچھڑ کے مجھ سے کبھی تو نے یہ بھی سوچا ہے
ادھورا چاند بھی کتنا اداس لگتا ہے

بچھڑا ہوں قافلے سے الگ ہے یہ المیہ
اب سوچنا ہے کیسے کٹے شام دشت میں

بچھڑتے وقت دلوں کو اگرچہ دکھ تو ہوا
کھلی فضا میں مگر سانس لینا اچھا لگا

بچھڑنے والے تجھے دیکھ دیکھ سوچتا ہوں
تو پھر ملے گا تو کتنا بدل چکا ہو گا

بدلے تو نہیں ہیں وہی آنکھوں کے قرینے
آنکھوں کی جلن دل کی چبھن اب بھی وہی ہے

برسوں بعد فراز کو دیکھا اس کا حال احوال نہ پوچھ
شعر وہی دل والوں جیسے شغل وہی بنجاروں جیسا

برسوں کی دوستی کا چلن کیا سے کیا ہوا
کس منہ سے ہم ملیں گے اگر سامنا ہوا

برسوں کے بعد دیکھا اک شخص دلربا سا
اب ذہن میں نہیں ہے پر نام تھا بھلا سا

برف ہو جاتا ہے صدیوں کا لہو
ایک ٹھہرا ہوا لمحہ دیکھو

برہم ہوا تھا میری کسی بات پر کوئی
وہ حادثہ ہی وجہ شناسائی بن گیا

بڑا ہے درد کا رشتہ یہ دل غریب سہی
تمہارے نام پہ آئیں گے غمگسار چلے

بڑھ گیا دو دلوں میں شائد ربط
گفتگو ہوتی جاتی ہے کم کم

بڑھ گیا رنج اور بھی اس سے بچھڑ جانے کے بعد
وہ سمجھتا ہے کہ میں اس کو گنوا کر خوش ہوا

بزم اغیار میں بے جا ہیں تمہارے یہ ستم
اب نہ کرنا میری جانب کو اشارہ دیکھو

بزم دشمن ہے خدا کے لئے آرام سے بیٹھ
باربار اے دل نادان تجھے کیا ہوتا ہے

بس اب کے اتنی تبدیلی ہوئی ہے
پرانے گھر میں تنہائی ہوئی ہے

بس ایک رات ٹھہرنا ہے کیا گلہ کیجیے
مسافروں کو غنیمت ہے یہ سرائے بہت

بس تیرے رویوں کا سبب ڈھونڈتے رہنا
یہ سلسلہ اب اور تو چلنے کا نہیں ہے

بس یہ ہوا کہ اس نے تکلف سے بات کی
اور ہم نے روتے روتے دوپٹے بھگو لیے

بساط آرزو تصویر صحرا ہوگئی آخر
وہ ہنگاموں کی بستی ہو کی دنیا ہوگئی آخر

بعض اوقات بہ مجبوری دل
ہم تو کیا آپ بھی روئے ہونگے

بعض اوقات دل کی دنیا بھی
آنکھ کے فیصلوں پہ چلتی ہے

بکھر تو جاوں گا لیکن اجڑ نہ جاوں گا میں
حیات کھو کے بھری کائنات پاوں گا میں

بکھر چکا ہے مگر مسکرا کے ملتا ہے
وہ رکھ رکھاؤ ابھی میرے کجکلاہ میں ہے

بلاؤں گا نہ ملوں گا نہ خط لکھوں گا تجھے
تری خوشی کے لئے خود کو یہ سزا دوں گا

بنا بنا کے بہت اس نے جی سے باتیں کیں
میں جانتا تھا مگر حرف گیر میں بھی نہ تھا

بوجھ سے جھکنے لگی شاخ تو ہم نے
آشیانے کو کسی اور شجر پر رکھا

بہ فیض مصلحت ایسا بھی ہوتا ہے
کہ رہزن کو امیر کارواں کہنا ہی پڑتا ہے

بہار کتنی ہی بے رنگ ہو بہار تو ہے
جو گل نہیں تو کوئی زخم ہی کھلا ہوگا

بہاریں لے کے آئے تھے جہاں تم
وہ گھر سنسان جنگل ہوگئے

بہت بلند ہے اس سے میرا مقام غزل
اگرچہ میں نے محبت کے گیت بھی گائے

بہت چین کر دیتی ہیں جب تنہائیاں دل کی
درودیوار پہ شکلیں بنا کر دیکھ لیتا ہوں

بہت زمین سے اٹھایا اٹھی نہ پر چھائیں
گرا تھا عکس کچھ ایسا کہ آج تک نہ اٹھا

بہت عزیز سہی اس کو میری دلداری
مگر یہ ہے کہ کبھی دل میرا دکھا بھی گیا

بہت عزیز ہیں آنکھیں میری اسے، لیکن
وہ جاتے جاتے انہیں کر گیا ہے پرنم پھر

بہت کچھ اور بھی ہے اس جہاں میں
یہ دنیا محض غم ہی غم نہیں ہے

بہت مشکل ہے ترک عاشقی کا درد سہنا بھی
بہے دشوار ہے لیکن محبت کرتے رہنا بھی

بہتر ہے خود ہی اجنبی بن کر اسے ملوں
الزام آئے کیوں میرے صورت شناس پر

بھاگ نکلا تھا جو طوفان سے چھڑا کر دامن
سر ساحل وہی ڈوبا ہوا کشتی میں ملا

بھر جائے گا یہ زخم بھی کیوں فکر مند ہو
گہرا تو ہے ضرور مگر زخم ہی تو ہے

بھری دنیا میں جی نہیں لگتا
جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی

بھرے بازار میں جنسِ وفا بے آبرو ہو گی
اٹھے گا اعتبار کوئے جاناں ہم نہ کہتے تھے

بھلا بیٹھے ہیں اپنے آپ کو بھی
کچھ ایسے کام میں الجھے ہوئے ہیں

بھوک کی آگ سے جھلسے ہوئے چہرے نکھرے
کونپلیں خشک زمینوں سے نکل آئی ہیں

بھولے بسرے ہوئے غم پھر ابھر آتے ہیں کہیں
آئینہ دیکھیں تو چہرے نظر آتے ہیں کہیں

بھیڑ میں اک اجنبی کا سامنا اچھا لگا
سب سے چھپ کر وہ کسی کا دیکھنا اچھا لگا

بے تعلق ہوئے روحی عجب انداز سے لوگ
کس پہ کیا حادثہ گزرا نہ کسی نے پوچھا

بے جا بھٹک رہی ہیں نگاہیں ادھر اُدھر
اب بھی پسِ غبار، رواں کچھ نہ کچھ تو ہے

بے حسی کا بھی اب نہیں احساس
کیا ہوا تیری بے رخی سے مجھے

بے خودی رسوا تو کیا کرتی مجھے
مجھ میں کوئی بے خبر آباد ہے

بے زبانی بخش دی خود احتسابی نے مجھے
ہونٹ سل جاتے ہیں دنیا کو گلہ دیتے ہوئے

بے ساختہ بکھر گئی جلوں کی کائنات
آئینہ ٹوٹ کر تیری انگڑائی بن گیا

بے سہاروں کی محبت بے نواؤں کا خلوص
آہ یہ دولت کہ انسانوں نے ٹھکرائی بہت

بے طلب درد کی دولت سے نوازو مجھ کو
دل کی توہین ہے مرہون دعا ہو جانا

بے فیض رفاقت میں ثمر کس کے لئے تھا
جب دھوپ تھی قسمت تو شجر کس کے لئے تھا

پ ۔(پے) اُردو اور فارسی کا تیسرا ۔ ہندی کا اکیسواں حرف ۔ ابجد کے حساب میں اس کے تین عدد مقرر ہیں۔ عربی میں پ استعمال نہیں ہوتا ۔

پا بہ جولاں اپنے شانوں پہ لئے اپنی صلیب
میں سفیر حق ہوں لیکن نرغہ باطل میں ہوں

پابندی وفا ہے تو پھر مدعا سے کام
مر جایئے کسی کی تمنا نہ کیجیے

پاؤں اٹھتے تھے اسی منزل وحشت کی طرف
راہ تکتے تھے جہاں راہ کے پتھر کیا کیا

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

پتا پوچھے کوئی میرا عدم تو اس سے کہہ دینا
میں سچے اور بھولے بھالے انسانوں میں رہتا ہوں

پتھر بنے ہوئے تھے زبان دے گیا ہمیں
احساس کی رگوں میں لہو بولتا ہوا

پتھر کا بت سمجھ کے یہ کس شے کو چھو لیا
برسوں تمام جسم میں اک سنسنی رہی

پردہ داری غم بھی ہے شاکی
تو نے حال تو پوچھا ہوتا

پردے اٹھا دیئے تھے نگاہوں نے سب مگر
دل کو رہا ہے شکوہ کوتاہ دامنی

پری رخوں کی زبانی کلام سن کے میرا
بہت سے لوگ مری شکل دیکھنے آئے

پلٹنے کا ارادہ ہو سکے تو تم بھی کر لو
یہ بازی آج تک دل نے کبھی ہاری نہیں

پلکوں پہ کچی نیندوں کا رس پھیلتا ہو جب
ایسے آنکھ دھوپ کے رخ کیسے کھولیے

پوچھتا ہوں تجھے خیالوں میں
کر رہا ہوں میں بندگی خاموش

پوچھ بیٹھا ہوں تجھ سے تیرے کوچے کا پتہ
تیرے حالات نے کیسی میری صورت کر دی

پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا دل کو
حسن والوں کی سادگی نہ گئی

پوچھنا چاہتا ہوں میں یہ ان آنکھوں سے جمال
کس کو آباد کیا ہے مجھے بے گھر کرکے

پوچھو تو ایک ایک ہے تنہا سلگ رہا
دیکھو تو شہر شہر ہے میلہ لگا ہوا

پورے قد سے میں کھڑا ہوں تو یہ تیرا کرم ہے
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

پہلی سی اب ملاپ کی صورت نہیں رہی
اک دوسرے کی ہم کو ضرورت نہیں رہی

پہلے اس کو دیکھا تھا یا پہلے اس کو چاہا تھا
ایسی باتیں کیا سوچیں جب سب اقرار زبانی ہوں

پہلے اس میں اک ادا تھی ناز تھا انداز تھا
روٹھنا اب تو تیری عادت میں شامل ہوگیا

پہلے بڑی رغبت تھی تیرے نام سے مجھ کو
اب سن کے تیرا نام میں کچھ سوچ رہا ہوں

پہلے بھی روئے ہیں مگر اب کے وہ کرب ہے
آنسو کبھی بھی آنکھوں میں جیسے نہیں آئے

پہلے بھی لوگ آئے کتنے ہی زندگی میں
وہ ہر طرح سے لیکن دردوں سے تھا جدا تھا

پہلے بھی لوگ آئے کتنے ہی زندگی میں
وہ ہر طرح سے لیکن اوروں سے تھا جدا سا

پہلے پہل کا عشق ابھی یاد ہے فراز
دل خود یہ چاہتا تھا کہ رسوائیاں بھی ہوں

پہلے تو آہ تک نہ بھری لیکن اب قتیل
اس احتیاط کی بھی ضرورت نہیں رہی

پہلے تو میں گزر گیا یونہی جیسے کوئی انجان
پھر میں اسے پہچان کے ہوا بہت حیران

پہلے سے مراسم نہ سہی پھر بھی کبھی تو
رسم و رہ دنیا ہی نبھانے کے لئے آ

پہن لیتی ہیں جب شاخیں ہرے موسم کے پیراہن
کوئی ٹوٹا ہوا پتا اٹھا کر دیکھ لیتا ہوں میں

پہنچ گئے سر منزل، بخوبی قسمت
مگر وہ لطف کہاں ساتھ چلنے کا

پہنچا جو تیرے در پہ تو محسوس یہ ہوا
لمبی سی اک قطار میں جیسے کھڑا ہوں میں

پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے یوں نہ دیکھ مجھے
تجھے تلاش ہے جس شخص کی وہ مر بھی گیا

پھر اس کی یاد میں دل بے قرار ہے ناصر
بچھڑ کے جس سے ہوئی شہر شہر رسوائی

پھر ایک دن ہوا نے کہا میں تو تھک گئی
خوشبو کا بوجھ میری کمر کو جھکا گیا

پھر آتی ہے اسی صحرا سے آواز جرس مجھ کو
جہاں مجنوں سے دیوانے بھی ہمت ہار بیٹھے ہیں

پھر باندھ لی کسی سے امید وفا قتیل
پھر اک محل ہواؤں میں تعمیر ہو گیا

پھر بو رہا ہوں آج انہی ساحلوں پہ پھول
پھر جیسے موج میں یہ سمندر نہ آئے گا

پھر بھی تیرے وعدے پہ مجھے اعتبار ہے
جاتا ہوں روز وعدہ فردا لیے ہوئے

پھر تو نے چھیڑ دی ہے گئی ساعتوں کی بات
وہ گفتگو نہ کر کہ تجھے بھی ملال ہو

پھر تو نے چھیڑ دی ہے گئی ساعتوں کی بات
وہ گفتگو نہ کر کہ تجھے بھی ملال ہو

پھر رہے ہیں لوگ ہاتھوں میں لیے خنجر کھلے
کوچے کوچے میں اب آتا ہے نظر مقتل کا رنگ

پھر کسی پر نہ اعتبار آئے
یوں اتارو نہ اپنے جی سے مجھے

پھر میری آنکھ ہوگئی نمناک
پھر کسی نے مزاج پوچھا ہے

پھر نظر میں پھول مہکے دل میں پھر شمعیں جلیں
پھر تصور نے لیا اس بزم میں جانے کا نام

پھر نہ کیجئے میری گستاخ نگاہی کا گلہ
دیکھئے آپ نے پھر پیار سے دیکھا مجھ کو

پھر وہ ہوا کا قہقہہ کان میں گونجنے لگا
اور بھی اک دیا بجھا مجھ کو یقین آگیا

پھر یوں نہ ہو کہ اپنا بدن اجنبی لگے
بہتر ہے اس کے خول سے باہر نہ دیکھیے

پھرتے ہیں مثل موج ہوا شہر شہر میں
آوارگی کی لہر ہے اور ہم ہیں دوستو

پھرے گا گلیوں میں محسن کہاں تک آوارہ
بہت طویل ہے یہ رات جا کے گھر سو جا

پھول چاہے تھے مگر ہاتھ میں آئے پتھر
ہم نے آغوش محبت میں سلائے پتھر

پھوٹے گا کونپلوں کی طرح زخم سے لہو
اس پھول جیسے ہاتھ سے پتھر نہ ماریے

پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی
کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

پھول دامن پہ سجائے پھرتے ہیں وہ لوگ
جن کو نسبت ہی نہیں تھی کوئی چمن سے یارو

پھول ہی ہاتھ لگیں ،ہاتھ میں کانٹے نہ چبھیں
آپ بھی آئے ہیں کیا خوب تمنا لے کر

پھیلی ہے یوں تو شہر میں ہر سمت روشنی
پھرتے ہیں لوگ سائے سے اپنے ڈرے ہوئے

پی جا لیام کی تلخی کو بھی ہنس کے ناصر
غم کے سہنے میں قدرت نے مزہ رکھا ہے

پیار تمہارا بھول تو جاؤں لیکن پیار تمہارا ہے
یہ اک میٹھا زہر سہی یہ زہر آج بھی گوارہ ہے

پیار ہر چند چھلکتا ہے ان آنکھوں سے مگر
زخم بھرتے ہیں مظفر کہیں تلواروں سے

پیاس کیا بجھتی کہ صحرا کا تھا منظر سامنے
دھوپ اتنی تیز نکلی،رنگ دریا جل گیا

پیڑ کو دیمک لگ جائے یا آدم زاد کو غم
دونوں ہی کو ہم نے امجد بچتے دیکھا کم
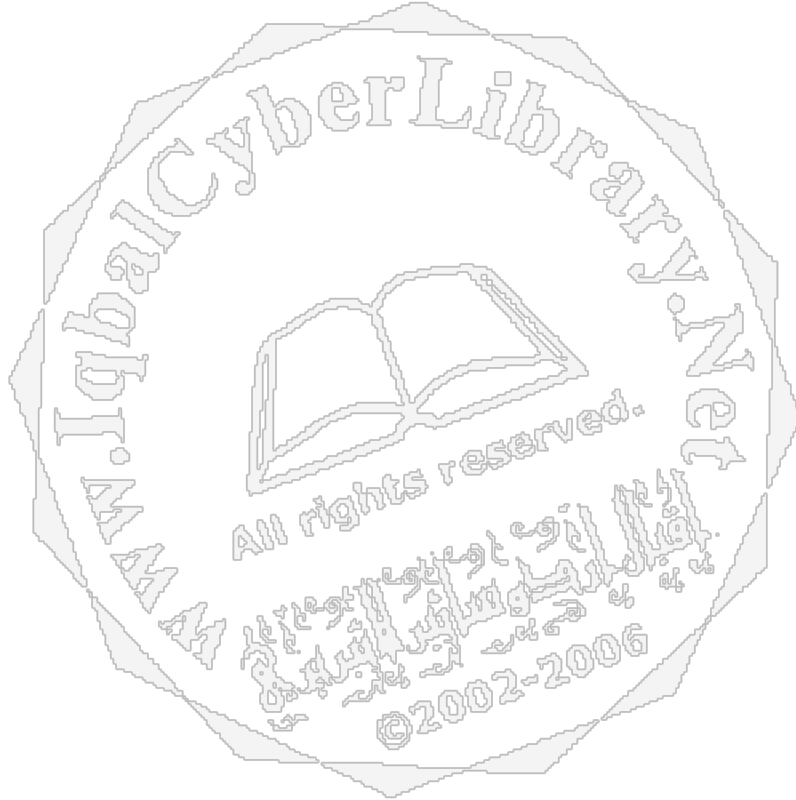
ت

[تے مونث] اُردو فارسی حروف تہجی کا چوتھا، عربی کا تیسرا اور ہندی کا سولھواں حرف ۔ حساب ابجد میں اس کے چار سو (۴۰۰) عدد مقرر ہیں۔

تاریخ جب بھی مہر و وفا کی کرو رقم
مطلوب ہو ثبوت تو میری مثال دو

تجھ سے بچھڑ کے ہم بھی مقدر کے ہوگئے
پھر جو بھی در ملا اسی در کے ہوگئے

تجھ کو دیکھا ہے تو اب سوچتے ہیں
تجھ سے ملنے کا سبب کیا ہوگا

تجھ کو کہاں چھپائیں کہ دل پر گرفت ہو
آنکھوں کا کیا کریں کہ وہی خواب دیکھنا

تجھ کو یہ دکھ کہ میری چارہ گوئی کیسے ہو
مجھ کو یہ غم کہ میرے زخم نہ بھر جائیں کہیں

تجھی سے تجھ کو چھیننا چاہتا ہو ں
یہ کیا چاہتا ہو ں ، یہ کیا چاہتا ہوں

تجھے تو میں نے بڑی آرزو سے چاہا تھا
یہ کیا کہ چھوڑ چلا تو بھی اور سب کی طرح

تجھے چھو کر بھی تجھے پا نہ سکیں گے تو ہمیں
صورت درد تیرے دل میں اترنا ہو گا

تخلیق کائنات کے دلچسپ جرم پر
ہنستا ہوگا آپ بھی یزداں کبھی کبھی

ترک الفت کی قسم بھی کوئی ہوتی ہے قسم
تو کبھی یاد تو کر بھولنے والے مجھ کو

تری زبان نہ کھلی تھی تو آنکھ تو اٹھتی
سمجھ میں کچھ بھی نہ آتا مگر سمجھتا میں

تری غبار سی آنکھوں میں کوئی شکل نہ تھی
سمجھ کے آئینہ پتھر کو صاف میں نے کیا

تری نگاہ تغافل کون سمجھائے
کہ اپنے دل پہ مجھے اختیار بھی تو نہیں

تری نگاہ کرم ہے وگر نہ اے غم دوست
زمانہ کیا تیرے شیدائیوں سے خالی ہے

تری نگاہ میں اک رنگ اجنبیت تھا
کس اعتبار میں ہم کھل کے گفتگو کرتے

ترے بغیر کسی چیز کی کمی تو نہیں
تیرے بغیر طبیعت اداس رہتی ہے

ترے لطف وکرم کا معترف ہے اک جہاں لیکن
کسی مجبور غم کی داستاں کچھ اور کہتی ہے

تشنگی جم گئی پتھر کی طرح ہونٹوں پر
ڈوب کر بھی ترے دریا سے میں پیاسا نکلا

تصور سے کسی کے میں نے کی ہے گفتگو برسوں
رہی ہے ایک تصویر خیالی روبرو برسوں

تکمیل تمنا تو بڑی بات ہے حاصل
وہ عرض تمنا پہ برا مان رہا ہے

تم اپنی ذات کے کہسار سے نکل نہ سکے
مری نظر میں مگر کائنات

تم اور اتنی کشادہ دلی سے پیش آؤ
میں سوچتا ہوں کہ ستم ہے کہ مہربانی ہے

تم آ رہے ہو کہ بجتی ہیں میری زنجیریں
نہ جانے کیا میرے دیوا رو بام کہتے ہیں

تم بھی خفا ہو، لوگ بھی برہم ہیں دوستوں
اب ہو چلا یقین برے ہم ہی دوستو

تم بھی رفاقتوں میں نہیں قابل یقین
اہل وفا میں اپنی بھی شہرت عجیب ہے

تم پاس نہیں ہو تو عجب حال ہے دل کا
یوں جیسے میں کچھ رکھ کے کہیں بھول گئی ہوں

تم پوچھو اور میں نہ بتاؤں ایسے تو حالات نہیں
ایک ذرا سا دل ٹوٹا ہے اور تو کوئی بات نہیں

تم تو شاعر ہو قتیل اور وہ اک عام سا شخص
اس نے چاہا بھی تمہیں اور جتایا بھی نہیں

تم تو غم دے کے بھول جاتے ہو
مجھ کو احسان کا پاس رہتا ہے

تم تو یارو ابھی سے اٹھ بیٹھے
شہر میں رات جاگتی ہے ابھی

تم سمجھتی ہو کہ ہیں پردے بہت درمیان
میں یہ کہتا ہوں کہ ہر پردہ اٹھا سکتا ہوں میں

تم سمجھتے ہو بچھڑ جانے سے مٹ جاتا ہے عشق
تم کو اس دریا کی گہرائی کا اندازہ نہیں

تم میرے لئے اور کوئی الزام نہ ڈھونڈو
چاہا تھا تمہیں اک یہ ہی الزام بہت ہے

تم نے ہم کو ٹھکرایا یہ ظرف تمہارا
جب تم کو ٹھکرا دیں لوگ ادھر آ جانا

تم ہی واقف نہ تھے آداب جفا سے ورنہ
ہم نے ہر ظلم کو ہنس ہنس کے سہا ہوتا

تمام عمر مرا دشت مرے ساتھ رہا
تمام عمر تمنا رہی کہ گھر جاتا

تمام رات میرے گھر کا ایک در کھلا رہا
میں راہ دیکھتی رہی، وہ راستہ بدل گیا

تمام زخم عدم دل کے ہوگئے تازہ
وہ آج اتنی محبت سے خندہ لب گزرے

تمام عمر کٹے گی یونہی سرابوں میں
وہ سامنے بھی نہ ہوگا نظر بھی آئے گا

تمام عمر کی نا معتبر رفاقت سے
کہیں بھلا ہو کہ پل بھر ملیں، یقین سے ملیں

تمہاری انجمن سے اٹھ کے دیوانے کہاں جاتے
جو وابستہ ہوئے تم سے وہ افسانے کہاں جاتے

تمہاری دوستی کو دیکھ کر سب رشک کرتے ہیں
جو بس چلتا تو دنیا چھین لیتی زندگی میری

تمہاری یاد میری زندگی ہے یہ تسلیم
مگر میں چاہوں تو تم کو بھلا بھی سکتا ہوں

تمہارے بعد مرے زخم نارسائی کو
نہ ہو نصیب کوئی چارہ گر دعا کرنا

تمہی دل گرفتہ نہیں دوستو
ہمیں بھی زمانے سے ہیں کچھ گلے

تمہیں انجم کوئی اس سے توقع ہو تو ہو ورنہ
یہاں تو آدمی کی شکل سے بیزار بیٹھے ہیں

تمہیں تو ہو جیسے کہتی ہے نا خدا دنیا
بچا سکو تو بچا لو کہ ڈوبتا ہوں میں

تمہیں کوئے وفا میں ڈھونڈتا ہوں
دریچہ کھول کر مجھ کو صدا دو

تمھاری یاد کے جب زخم بھرنے لگتے ہیں
کسی بہانے تمہیں یاد کرنے لگتے ہیں

تنگ آ چکے ہیں کش مکش زندگی سے ہم
ٹھکرا نہ دیں جہاں کو کہیں بے دلی سے ہم

تنگ آ چکے ہیں کشمکش زندگی سے ہم
ٹھکرا نہ دیں جہاں کو کہیں بے دلی سے ہم

تنہائی کا عالم بھی پر اسرار ہے کتنا
جیسے کوئی چھپ چھپ کے مجھے دیکھ رہا ہے

تنہائی میں رہتے ہیں کہ یوں دل کو سکون ہو
یہ چوٹ کسی صاحب محفل سے لگی تھی

تنہائی میں کیا کیا نہ تجھے یاد کیا ہے
کیاکیا نہ دل یا رنے ڈھونڈی ہیں پنا ہیں

تو اگر چاہے تو ہم ایک دوسرے چھوڑ کر
اپنے اپنے بے وفاؤں کے لئے روتے رہیں

تو تو کہتا تھا کہ پتھر ہے تیرا دل روبی
اب اندھیروں میں کھڑا اشک بہاتا کیوں ہے

تو خواب تھا تو مجھے نیند سے جگایا کیوں
تو وہم تھا تو میرے ساتھ ساتھ کیوں نہ چلا

تو شریک سخن نہیں ہے تو کیا
ہم سخن تیری خامشی ہے ابھی

تو کون ہے تیرا نام کیا ہے
کیا سچ ہے تیرے ہوگئے ہم

تو کہے جائے گا کب تک کہ ہوا کچھ بھی نہیں
اے دل اس درد کی سنتے ہیں دعا کچھ بھی نہیں

تو مجھے ڈھونڈھ میں تجھے ڈھونڈوں
کوئی ہم میں سے رہ گیا ہے کہیں

تو ملتا ہے ہمیں لیکن نہایت اجنبیت سے
اسے اے دوست طرز واقفیت تو نہیں کہتے

تو میرے سامنے بیٹھا ہے اور میں سوچتا ہوں
کہ آتے لمحوں میں جینا بھی اک سزا ہوگا

تو نے کہا نہ تھا کہ میں کشتی پہ بوجھ ہوں
آنکھوں کو اب نہ ڈھانپ مجھے ڈوبتا بھی دیکھ

تو ہنس رہا ہے مجھ پہ میرا حال دیکھ کر
اور پھر میں بھی شریک تیرے قہقہوں میں ہوں

تو ہے خورشید نہ میں ہوں شبنم
کیا ملاقات کی صورت ٹھہرے

تو نے کیا توڑا گلستان سے وفا کا ایک پھول
ہر کلی ہے غیر محرم ، ہر شگوفہ اجنبی

تو نے شعلے دیئے ہمیں دنیا
ہم تجھے پھول کیسے لوٹا دیں

تھا ابتدائے شوق میں آرام جاں بہت
پر ہم تھے اپنی دھن میں بہت انتہا پرست

تھا جن کے پاس زخم کا مرہم کہاں گئے
جو دل کو جوڑتے تھے وہ معمار کیا ہوئے

تھا منیر آغاز ہی سے راستہ اپنا غلط
اس کا اندازہ سفر کی رائیگانی سے ہوا

تھک گیا چاند سو گئے تارے
اب تو آؤ کہ رات ڈھلتی ہے

تھی زندگی کی یہ بھی ضرورت مگر قتیل
مجبوریوں نے پیار کی مہلت نہ دی ہمیں

تیرا جمال نگاہوں میں لے کے اٹھا ہوں
نکھر گئی ہے فضا تیرے پیرہن کی سی

تیرا ملنا تو خیر مشکل تھا
تیرا غم بھی جہاں نے چھین لیا

تیرگی ٹوٹ پڑے بھی تو برا مت کہیو
ہو سکے گر تو چراغوں کو جلائے رکھا

تیرگی چھوڑ گئے دل میں اجالے کے خطوط
یہ ستارے میرے گھر ٹوٹ کے بیکار گرے

تیری آنکھوں کی ادا سی مجھے کرتی ہے اداس
تیری تنہائی کے احساس سے دل جلتا ہے

تیری بے وفائیوں پر تیری کج ادائیوں پر
کبھی سر جھکا کے روئے کبھی منہ چھپا کے روئے

تیری دنیا میں یا رب زیست کے سامان جلتے ہیں
فریب زندگی کی آگ میں انسان جلتے ہیں

تیری زلفیں تیری آنکھیں تیرے آبرو تیرے لب
اب بھی مشہور ہے دنیا میں مثالوں کی طرح

تیری زلفوں کے بکھرنے کا سبب
آنکھ کہتی ہے تیرے دل میں طلب ہے کوئی

تیری صورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات
تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

تیری نظروں کے فیض سے ان مشکلوں میں ہوں
جن مشکلوں کو تو بھی اب آسان نہ کر سکے

تیری ہی طرح اب یہ ہجر کے دن بھی
جاتے نظر آتے ہیں مگر کیوں نہیں جاتے

تیرے آنے کی خبر پا کے ابھی سے دل نے
شکوہ کو اور کسی دن پہ اٹھا رکھا ہے

تیرے راست کا جو کانٹا بھی میسر آئے
میں اسے شوق سے کالر پہ سجاؤں اپنے

تیرے سوا بھی کئی رنگ خوش نظر تھے مگر
جو تجھ کو دیکھ چکا ہو وہ اور کیا دیکھے

تیرے غم سے تو سکون ملتا ہے
اپنے شعلوں نے جلایا ہم کو

تیرے قریب رہ کے بھی دل مطمین نہ تھا
گزری ہے مجھ پہ یہ بھی قیامت کبھی کبھی

تیرے ہوتے ہوئے آجاتی تھی ساری دنیا
آج تنہا ہوں تو کوئی نہیں آنے والا

ٹ

ٹے (ہ۔مونث) اُردو حروف تہجی کا پانچواں اور ہندی زبان کا گیارہواں حرف۔

ٹپک اے شمع آنسو بن کر پروانے کی آنکھوں سے
سراپا درد ہوں حسرت بھری ہے داستاں میری

ٹکڑا کوئی عطا ہو احرام بندگی کا
سوراخ پڑ گئے ہیں اخلاص کے کفن میں

ٹوٹ جاتا ہے دل مگر تاباں
عشق مانوس غم نہیں ہوتا

ٹوٹ جاتے ہیں سب الفاظ ومعانی کے طلسم
بے زبانی میں عجب قوت گویائی ہے

ٹوٹ جائیں نہ کہیں پیار کے نازک رشتے
وقت ظالم ہے ہر اک موڑ پہ ٹکرائے گا

ٹوٹ جائے نہ بھرم ہونٹ ہلاؤں کیسے
حال جیسا بھی ہے لوگوں سے سناؤں کیسے

ٹوٹ کر بجھ گئے آکاش کے سارے سورج
اور میں رہ گیا اس دہر میں اندھا بن کر

ٹوٹ کر جب تک حوادث آشنا ہوتا نہیں
اور کچھ بھی ہو تو ہو دل آئینہ ہوتا نہیں

ٹوٹ کر گرتے ہیں جب اپنے مکینوں پر مکاں
آنکھ کو لگتا ہے یہ بے حد شناسا حادثہ

ٹوٹ کر وقت کے ساحل پہ بکھر جاتے ہیں
ایسے رشتے جنہیں زنجیر نہیں ملتی

ٹوٹا تو کتنے آئینہ خانوں پہ زد پڑی
اٹکا ہوا گلے میں جو پتھر صدا کا تھا

ٹوٹا طلسم عہد محبت کچھ اس طرح
پھر آرزو کی شمع فروزاں نہ کر سکے

ٹوٹا طلسم وقت تو کیا دیکھتا ہوں میں
اب تک اسی جگہ پہ اکیلا کھڑا ہوں میں

ٹوٹنا دل کا کوئی ایسی نئی بات نہیں
توڑنے والے تیری خیر پریشان کیوں ہے

ٹوٹنا یوں تو مقدر ہے مگر کچھ لمحے
پھولوں کی طرح میسر ہو شجر میں رہنا

ٹوٹی نہیں طبقات کی دیوار ابھی تک
ملنا نہ سہی ان سے شناسائی تو ہوئی

ٹوٹے تختے پر سمندر پار کرنے آئے تھے
ہم سفر طوفان غم سے پیار کرنے آئے تھے

ٹوٹے ہوئے مرقد بھی ذرا دیکھ لے چل کر
تنہائی میں نقشے نہ بنا تاج محل کے

ٹوٹے ہوئے مکاں ہیں مگر چاند سے مکین
اس شہر آرزو میں اک ایسی گلی بھی ہے

ٹوٹے ہیں شیشہ ہائے دل اتنے کہ اہل درد
رکھتے ہیں پاؤں خاک پہ سو بار دیکھ کر

ٹوٹے ہیں کیسے ،خواہشوں کے آئینے
پلکوں کی تہہ میں بکھری ہوئی کرچیوں کو دیکھ

ٹھانی دل میں اب نہ کسی سے ملیں گے ہم
پر کیا کریں کہ ہوگئے ناچار جی سے ہم

ٹھہر جائیں اک آخری جام پی لوں
بہاروں کو حکم خزاں دینے والے

ٹھکرا دیئے ہیں عقل و خرد کے صنم کدے
گھبرا چکے ہیں کشمکش امتحان سے ہم

ٹھن جائے کس بلا کی ،یزداں،و اہرمن میں
انسان اگر کسی دن ہٹ جائے درمیاں سے

ٹھہر اے بادِ صرصر ہوش کر کچھ
بڑی تکلیف سے غنچہ کھلا ہے

ٹھہر کے دیکھیے تو رک جائے نبض ساعت کی
شب فراق کی قامت ہے کس قیامت کی

ٹھہر نسیم ذرا ہم بھی ساتھ چلتے ہیں
گل و بہار سے اپنی بھی شناسائی ہے

ٹھہرو ذرا کہ مرگ تمنا سے پیشتر
اپنی رفاقتوں کو پلٹ کر بھی دیکھ لیں

ٹھہری ہے خامشی ہی اگر طرز گفتگو
خاموش رہ کے تجھ کو پکارا کریں گے ہم
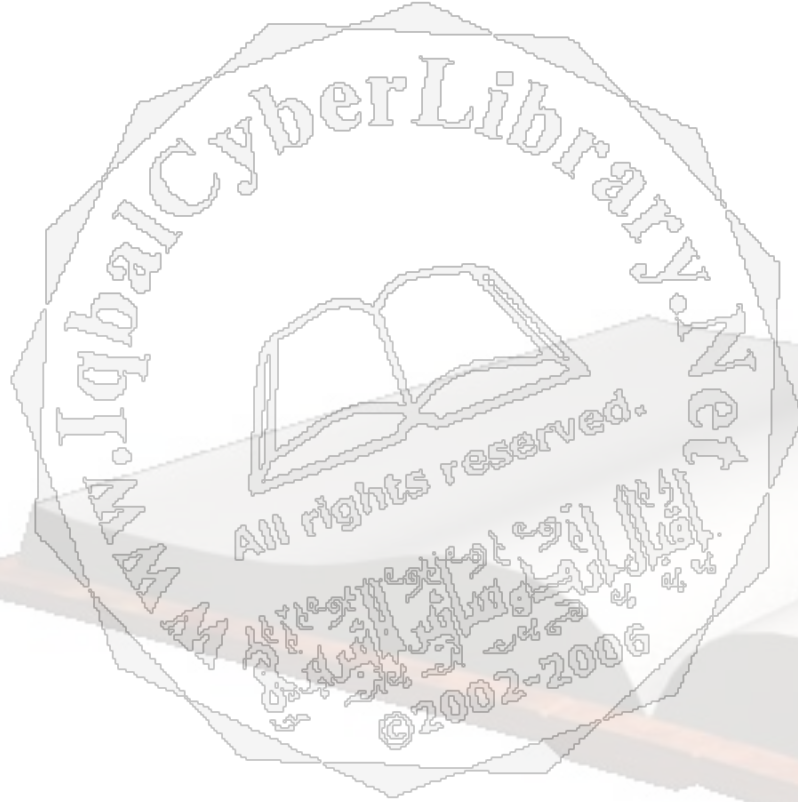
ثے ۔ (ع ۔ مونث) اُردو کا چھٹا ۔ فارسی کا پانچواں اور عربی کا چوتھا حرف ۔ حساب ابجد میں اس کے ۵۰۰ عدد ہیں۔

ثابت ہوا فشار لحد سے یہ اے زمین
تو بھی انہیں دباتی ہے جن میں کہ دم نہیں

ثاقب بڑی توقیر ہے اس ضبط وفا میں
ہر اشک جو آنکھوں سے نہ ٹپکے وہ گوہر ہے

ثبوت عشق کی یہ بھی تو ایک صورت ہے
کہ جس سے پیار کریں اس پر تہمتیں بھی دھریں

ثبوت عشق میں چاک گریباں مانگنے والو
کبھی کھلنے سے پہلے پھول کچھ مرجھا بھی جاتے ہیں

ثبوت مانگ رہے ہیں میری تباہی کا
مجھے تباہ کیا جن کی کج ادائی نے

ثبوت ہے یہ محبت کی سادہ لوحی کا
جب اس نے وعدہ کیا ہم نے اعتبار کیا

ج
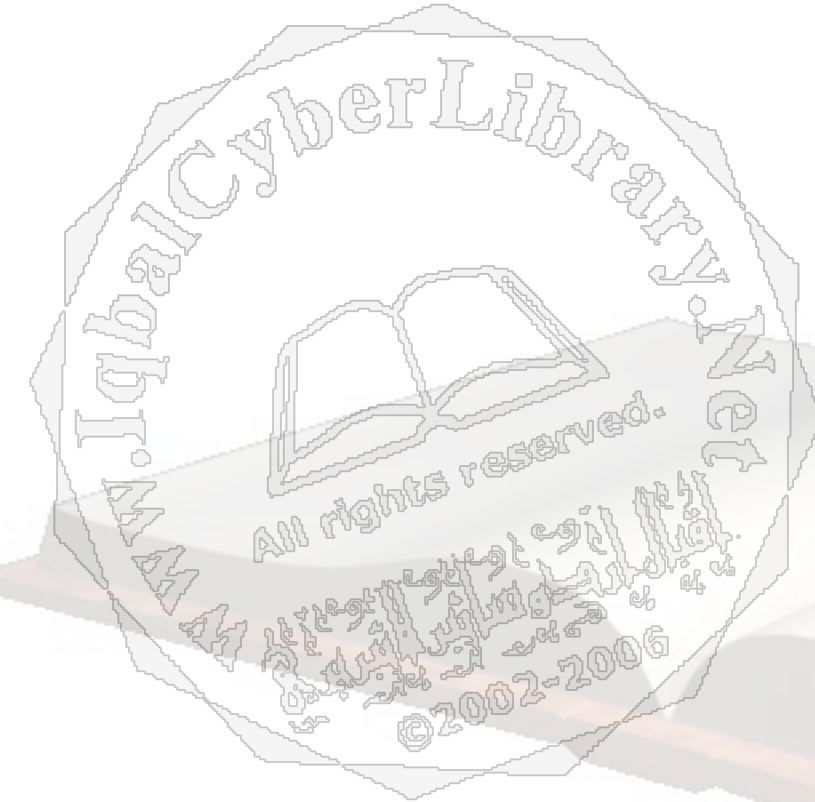
ج۔(جیم)[مذکرومونث] اردو کا ساتواں ۔فارسی کا چھٹا، عربی کا پانچواں اور ہندی کا آٹھواں حرف ۔ حساب ابجد میں اس کے تین عدد ہیں۔

جاتے جاتے گلدانوں کو سونپ گیا
موسم وعدوں کا سرمایا آخر

جادو ہے یا تبسم تمہاری زبان میں
تم جھوٹ کہہ رہے تھے مجھے اعتبار ہے

جاگے تو محض ریت ہی پائیں گے ہر طرف
گر ہو سکے تو خواب میں ساحل نہ دیکھئے

جان کھا جائے گا یہ عیش مطرب کا دورہ
پڑنے لگتا ہے تو پھر شام سحر پڑتا ہے

جانتے تھے دونوں ہم اس کو نبھا سکتے نہیں
اس نے وعدہ کر لیا میں نے بھی وعدہ کر لیا

جانے کتنے دوست میرے پتھر کے بن جائیں
اس خوف سے دے نہیں سکتا میں آواز کسی کو

جانے کن رشتوں نے مجھ کو باندھ رکھا ہے کہ میں
مدتوں سے آندھیوں کی زد میں ہوں بکھرا نہیں

جانے کیا حال نگاہوں کا زمانہ کر دے
جب نہ کچھ تیرے سوا مجھ کو دکھائی دے

جانے کیوں اداس سے ہوگئے ہم
ہنس رہے تھے رفیق دو باہم

جانے والے کو نہ روکو کہ بھرم رہ جائے
تم پکارو بھی تو کب اس کو ٹھہر جانا ہے

جائیں گے ہم بھی خواب کے اس شہر کی طرف
ناؤ پلٹ تو آئے مسافر اتار کے

جب بھی دیکھوں کوئی مٹتا ہوا شہر
وقت کا نقش کف پا دیکھوں

جب بھی کسی نے ہنس کے مروت سے بات کی
دل سے تمام عمر کے غم دور ہوگئے

جب بھی کہتا ہوں کوئی تازہ غزل تیرے لئے
مرے احساس میں کھلتے ہیں کنول تیرے لئے

جب بھی گئے عذاب در و بام تھا وہی
آخر کو کتنی دیر سے گھر جانا چاہیے

جب تک نصیب تھا تیرا دیدار دیکھنا
جس سمت دیکھنا گل و گلزار دیکھنا

جب تک وہ بے نشان رہا دسترس میں تھا
خوش نام ہوگیا تو ہمارا نہیں رہا

جب تک ہم مانوس نہ تھے درد کی ماری دنیا سے
عارض عارض رنگ بہت تھے آنکھوں آنکھوں سحر بہت

جب تک ہم مصروف رہے یہ دنیا تھی سنسان
دن ڈھلتے ہی دھیان میں آئے کیسے کیسے لوگ

جب تلک دور ہے تو تیری پرستش کر لیں
ہم جسے چھو نہ سکیں اس کو خدا کہتے ہیں

جب دوریوں کی آگ دلوں کو جلائے گی
جسموں کو چاندنی میں بھگویا کریں گے ہم

جب رات گئے کوئی کرن میرے برابر
چپ چاپ سے سو جائے تو لگتا ہے کہ تم ہو

جب ستارے ہی مل نہیں پاتے
لے کے ہم شمس و قمر کیا کرتے

جب سے منہ کو لگ گئی اختر محبت کی شراب
بے پئے آٹھوں پہر مدہوش رہنا آ گیا

جب شاخ کوئی ہاتھ لگاتے ہی چمن میں
شرمائے لچک جائے تو لگتا ہے کہ تم ہو

جب کشتی ثابت و سالم تھی ساحل کی تمنا کس کو تھی
اب ایسی شکستہ کشتی پر ساحل کی تمنا کون کرے

جب کوئی پھول گرا جب کوئی پتہ ٹوٹا
تجھ سے پت جھڑ میں بچھڑنے کا سماں یاد آیا

جب مسافر کا ارادہ ہی بھٹکنے کا ہوا
اک چراغ اور سر رہگزر کیا لائے

جنبشِ وقت نے کیا چال چلی ہے یارو
صاف انکار سے اقرار سے ڈر لگتا ہے

جبھی تک آپ کا خادم ہوں تہ دل سے
کہ اپنے ساتھ کوئی شرط بندگی نہ لگے

جدا ہوئے تھے مگر دل کبھی ٹوٹا نہ تھا
خفا ہوئے تو تیرے التفات سے بھی گئے

جدائی کا فیصلہ تو پھر بھی ہمارا ہوتا
یہ مان بھی لیں اگر کوئی درمیاں میں تھا

جدائیوں کے زمانے پھر آگئے شاید
کہ دل ابھی سے کسی کو صدائیں دیتا ہے

جدھر اندھیرا ہے تنہائی ہے اداسی ہے
سفر کی ہم نے وہی سمت کیوں مقرر کی

جس پیڑ کے سائے میں تھکن دور ہو میری
سوکھا ہی سہی وہ مجھے درکار وہی ہے

جس دن سے ملے ہیں دونوں کا سب چین گیا آرام گیا
چہروں سے بہار صبح گئی، آنکھوں سے فروغ شام گیا

جس دن کی راہ تکی انشاء اتنے برسوں آج اور کل
وہ دن آ کر بیت گیا من پھر بھی رہا بوجھل بوجھل

جس طرح چاہے چھیڑ دے ہم کو
تیرے ہاتھوں میں ساز ہیں ہم لوگ

جس کو تم لادوا بتاتے تھے
تم ہی اس درد کی دوا ٹھہرے

جس کے ماتھے پہ مرے بخت کا تارہ چمکا
چاند کے ڈوبنے کی بات اسی شام کی تھی

جستجو جس کی تھی اس کو تو نہ پایا ہم نے
اس بہانے سے مگر دیکھ لی دنیا ہم نے

جستجو کھوئے ہوؤں کی عمر بھر کرتے رہے
چاند کے ہمراہ ہم ہر شب سفر کرتے رہے

جستجو نے کسی منزل پہ ٹھہرنے نہ دیا
ہم بھٹکتے رہے آوارہ خیالوں کی طرح

جسے بھلا نہ سکا اس کو یاد کیا رکھتا
جو نام لب پہ رہا، ذہن سے اتر بھی گیا

جگمگا اٹھتی ہے دنیائے تخیل جس سے
دل میں وہ شعلہ جہاں سوز دبا رکھا ہے

جل جل کے بجھ گئے ہیں آفاق کے ستارے
لیکن دیا وفا کا اب تک بجھا نہیں

جلا رہا ہوں خود اپنے لہو سے دل کے چراغ
نہ جانے کتنی محبت ہے روشنی سے مجھے

جلا کے مشعل جاں ہم جنوں صفت چلے
جو گھر کو آگ لگائے ہمارے ساتھ چلے

جلا ہے دل یا کوئی گھر یہ دیکھنا لوگو
ہوائیں پھرتی ہیں چاروں طرف دھواں لے کر

جلائیں گے یہ جی کو اور فکری
یہ سوکھے پھول دریا میں بہا دیں

جلتی دھوپ میں ایک مسافر سوچ رہا ہے مدت سے
پنگھٹ سب ویران پڑے ہیں پانی کون پلائے گا

جلتے ہوئے دیکھے وہی معصوم شگوفے
تھا جن کو بھروسہ تیرے دامن کی ہوا کا

جلوہ حسن کا ہر چند اثر پڑتا ہے
پاس جاتا ہوں تو کچھ اور نظر پڑتا ہے

جن چیزوں کے ہرا رہنے کی دعا کی تھی
ان میں آج سے شامل زخم ہنر بھی ہے

جن کے دامن میں کچھ نہیں ہوتا
ان کے سینوں میں پیار ہوتا ہے

جن کے سینوں میں دھڑکتا تھا مظفر میرا دل
آج میں ان کے لئے بھولی کہانی ہو گیا

جنہیں بھلانے میں یارو بڑے زمانے لگے
جو دل دکھا تو وہی لوگ یاد آنے لگے

جنہیں خزاں میں چمن بندیوں کا دعویٰ تھا
بھری بہار میں اک پھول تک کھلا نہ سکے

جنہیں ہم دیکھ کر جیتے تھے غالب
نگاہوں سے وہ اوجھل ہو گئے

جو ابر تھا اسے ٹوٹ کر برسنا تھا
یہ کیا کہ آگ لگا کر ہوا روانہ وہ

جو اپنے راز کو بھی راز رکھ نہیں سکتا
اسی کے راز محبت بتا دیئے میں نے

جو آگ لگائی تھی تم نے اس کو تو بجھایا اشکوں نے
جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے

جو آنے والے ہیں موسم انہیں شمار میں رکھ
جو دن گزر گئے ان کو گنا نہیں کرتے

جو بادلوں سے بھی مجھ کو چھپائے رکھتا تھا
بڑی ہے دھوپ تو بے سائبان چھوڑ گیا

جو برائی تھی میرے نام سے منسوب ہوئی
دوستو کتنا برا تھا میرا اچھا ہونا

جو بساط جاں ہی الٹ گیا وہ جو راستے سے پلٹ گیا
اسے روکنے سے حصول کیا اسے مت بلا اسے بھول جا

جو حرف سادہ کی صورت ہمیشہ لکھی گئی
وہ لڑکی تیرے لیے کس طرح پہیلی ہوئی

جو دسترس میں نہ ہوں ان حسین لمحوں کو
حیات کرنے کے رنگین خواب کیا کرنا

جو دوست ہی نہ رہا اس سے اب گلا کیا
مرے خدا یہ محبت کا سلسلہ کیا

جو دیئے لے کے نکلتے ہیں فراز
وہ بھی کھا جاتے ہیں ٹھوکر دیکھو

جو رنجشیں تھیں جو دل میں غبار رتھا نہ گیا
کہ اب کی بار گلے مل کے بھی گلہ نہ کیا

جو رنجشیں تھیں جو دل میں غبار تھا، نہ گیا
کہ اب کی بار گلے مل کے بھی گلہ نہ گیا

جو زہر تھا تو اسے زہر ہی کہا ہم نے
یہ اور بات ہے کہ پھر اس کو پی لیا ہم نے

جو کسی سوچ کے سانچے میں نہیں آسکتا
تونے کیا سوچ اس شخص کو چاہا مرے دل

جو نہ سمجھا کبھی مفہو م وفا
اپنا وعدہ بھی وفا کیا کر تا

جواز ڈھونڈھ رہا تھا نئی محبت کا
وہ کہہ رہا تھا کہ میں اس کو بھول جاؤں گی

جو آج مجھ سے بچھڑ کے بڑے سکون میں ہے
کبھی وہ شخص مرے واسطے عذاب میں تھا

جہاں پہ تیری کمی بھی نہ ہو سکے محسوس
تلاش ہی رہی آنکھوں کو ایسے منظر کی

جہاں سے ہر صدا ناکام لوٹی
کہو تو ہم اسی در پر صدا دیں

جھک گیا قدموں پہ تیرے پھر بھی سر اونچا رہا
آنکھ پتھر ہو گئی جلووں کی فرمائش نہ کی

جھوٹی ہے ہر ایک مسرت
روح اگر تسکین نہ پائے

جی سکیں گے یا نہیں اب اور ہم اس کے بغیر
پوچھتا پھرتا ہوں کیوں اس کو اگر معلوم ہے

جی یہ چاہے جذب کر لوں میں رگ و پے میں اسے
بے سبب اکثر وہ مجھ کو اس قدر پیارا لگے

جیسے کبھی تعلق خاطر نہیں رہا
یوں روٹھ کر چلی گئی شہرت ہر ایک آس

جیسے کہ ہاتھ میں نے دو عالم پہ رکھ دیا
محسوس یہ ہوا تیرے دامن کو تھام کر

جینے کا ہمیں خود نہ ملا وقت تو کیا ہے
لوگوں کو سکھاتے رہے جینے کا ہنر ہم
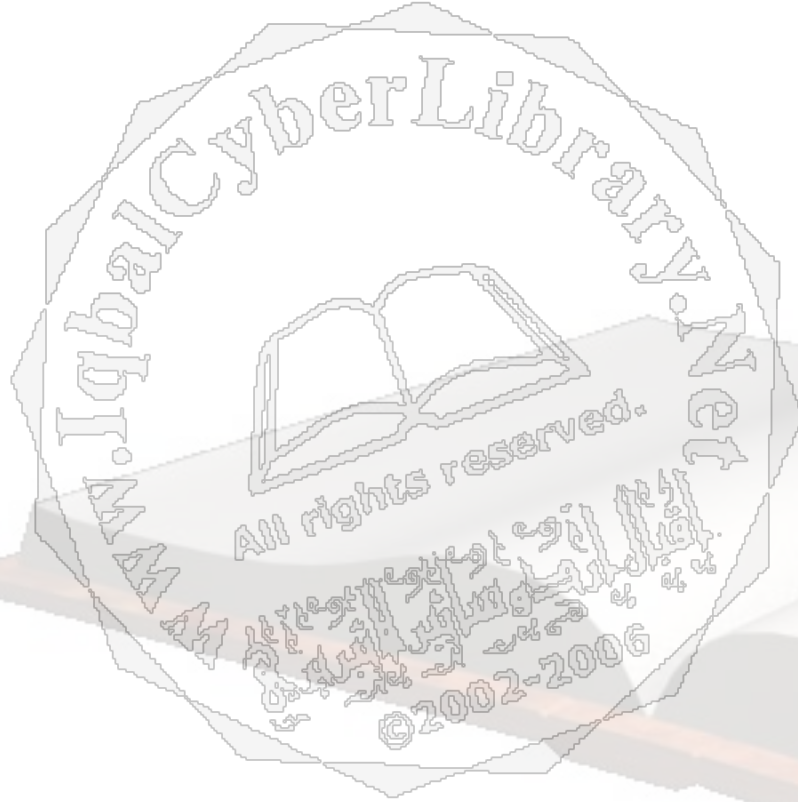
چ (چے) [ف۔ مونث] اردو کا آٹھواں ، فارسی کا ساتواں اور ہندی کا چھٹا حرف اسے جیم فارسی بھی کہتے ہیں۔عربی میں یہ حرف نہیں ہے۔حروف ابجد میں یہ جیم سمجھا جاتا ہے۔اور اس کے تین عدد ہی شمار کیے جاتے ہیں۔

چاٹ اتنی نہ لگا تو مجھے تنہائی کی
ورنہ موجودگی میں بھی مری ڈھونڈے گا مجھے

چار سو اپنے ہی لوگوں کے ہوا میں ہاتھ تھے
کون سی جانب سے آیا کس کا پتھر دیکھتے

چاروں طرف دھیان کی چادر سی تان کے
بیٹھا ہوا ہوں سائے میں اپنے مکان کے

چارہ سازوں سے الگ ہے میرا معیار کہ میں
زخم کھاؤں گا تو کچھ اور سنور جاؤں گا

چاند تاروں سے کہہ گیا سورج
تھک گیا ہوں چمک چمک تنہا

چاند کا دشت بھی آباد کبھی کرلینا
پہلے دنیا کے یہ اجڑے ہوئے گھر تو دیکھو

چاند کی آخری راتوں میں بہت لازم ہے
اک مٹی کا دیا راہگزر میں رہنا

چاند کی آنکھیں پھول کی خوشبو ،بہتی رات
قربت کا ہر ایک وسیلہ تیرے نام

چاند کے ساتھ کئی درد پرانے نکلے
کتنے غم تھے جو تیرے غم کے بہانے نکلے

چاند نکلا تو غضب ڈھا جائے گا
رات بہتر ہے یہ کالی ہی رہے

چاندنی راہ ملاقات میں دیوار بنی
چاند بھی جیسا تیرا چاہنے والا نکلا

چاند ہر جگہ ہے یہیں ہوگا مگر اس کے سبب
ہنس پڑا ہوگا کوئی اور کوئی رویا ہوگا

چاند ہو سورج ہو یا کوئی چراغ رہگزر
روشنی دیتا ہے جس کے دل میں جل اٹھتی ہے آگ

چاندنی بھی شب غم کی مجھے یوں لگتی ہے
تن مفلس پہ ہو زردار کی اترن جیسے

چاندنی پھول ،ہوا ،جام ،ستارے خوشبو
زہر کے نام ہیں جس شب نہیں ہوتا کوئی

چاندنی رات میں وہ پھول میرا
ہوگا شبنم میں شرابور کہیں

چاندنی راتوں میں معلوم نہیں مجھ کو عدم
بھولے بسرے ہوئے غم کس لئے یاد آتے ہیں

چاندنی سے بھی سلگ اٹھتا ہے ویرانہ جاناں
یہ اگر جانتے سورج ہی کو چاہا ہوتا

چاندنی، نیم وا دریچہ، سکوت
آنکھوں آنکھوں میں رات گزری ہے

چاہت کے بدلے ہم تو بیچ دیں اپنی مرضی تک
کوئی ملے دل کا گاہک کوئی ہمیں اپنائے تو

چاہوں تو میرے پاس ہے ہر بات کا جواب
چاہوں گا ایک روز ابھی چاہتا نہیں

چاہے بھی تو وہ مجھ سے جدا ہو نہیں سکتا
وہ ہے میری زنجیر تو میں اس کی صدا ہوں

چپ چاپ اپنی آگ میں جلتے رہو فراز
دنیا تو عرض حال سے بے آبرو کرے

چپ چاپ سلگتا ہے دیا تم بھی تو دیکھو
کس درد کو کہتے ہیں وفا تم بھی تو دیکھو

چپ کے عالم میں وہ تصویر سی صورت اس کی
بولتی ہے تو بدل جاتی ہے رنگت اسکی

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے

چراغ بن کے وہی جھلملائے شام فراق
بچا لئے تھے جو آنسو برائے شام فراق

چشم حیراں ڈھونڈتی اب اور نظارے کو ہے
آرزو ساحل کی مجھ طوفاں کے مارے کو ہے

چراغ زندگی کو ایک جھونکے کی ضرورت ہے
تمہیں میری قسم ہے ذرا دا من کو لہرانا

چشم حیرت سے انھیں کو دیکھتی ہے کائنات
وقت کے دریا میں جو ہم نے بہائے ہیں چراغ

چراغ زندگی ہوگا فروزاں ہم نہیں ہونگے
چمن میں آئے گی فصل بہاراں ہم نہیں ہونگے

چل میرے ساتھ کبھی تو کسی ویرانے میں
میں تجھے شہر کے ماحول سے ہٹ کر دیکھوں

چراغ شعلہ سر ہوں اور ہوا میں
سر دیوار جاں رکھا ہوا ہے

چلتا ہوں تو پڑتے ہیں قدم میرے ہوا پر
ڈرتا ہوں ہوا چلنے سے انکار نہ کر دے

چلتی ہے اب تو سانس بھی اس احتیاط سے
جیسے گزر رہی ہو کسی پل صراط سے

چلو اچھا ہوا کام آگئی دیوانگی اپنی
وگرنہ ہم زمانے بھر کو سمجھانے کہاں جاتے

چلو عذاب کہیں دوستی کے یوں ہی سہی
کہ وہ کسی کا ہوا ہم کسی کے یونہی سہی

چلو نہ عشق ہی جیتا نہ عقل ہار سکی
تمام وقت مزے کا مقابلہ تو رہا

چلی چلے یونہی رسم وفا و مشق ستم
کہ تیغ یار و سر دوستاں سلامت ہے

چلے تھے جانب منزل تو کس نے سوچا تھا
وہاں ملیں گے نہ تنکے بھی آشیاں کے لئے

چلے تھے یوں تو کئی لوگ کوئے جاناں کو
ذرا سا ہم سے مگر اختلاف راہ کا تھا

چمن تم سے سلامت ہے بہاریں تم سے زندہ ہیں
تمہارے سامنے پھولوں سے مرجھایا نہیں جاتا

چمن کی آبرو بن کر صہبا کے ساتھ چلتے ہیں
سبک رفتار ہیں لیکن ادا کے ساتھ چلتے ہیں

چمن کے پھول چمن کے لئے ترستے ہیں
روش روش پہ کرن کے لئے ترستے ہیں

چند لمحوں کا نہیں یہ عمر بھر کا سفر ہے
راہ کی پڑتال کر لے راہبر کو دیکھ لے

چند وہموں پہ نہ رکھ فکر و عمل کی بنیاد
صرف بنیاد سے تعمیر بدل جاتی ہے

چوروں کا احتساب نہ اب تک ہوا قتیل
جو ہاتھ بے قصور تھا ، وہ ہاتھ کٹ گیا

چوٹ بھی کھا کے جب وہ چومے پتھر کو
ایسے میں انسان پیغمبر لگتا ہے

چوٹ کھانے کا بڑا شوق تھا تم کو اختر
درد مہکا ہے تو اب شور مچاتے کیوں ہو

چہرے انسان کے، بدن شیشے کا، دل پتھر کے
ہم بھی کس شہر طلسمات میں آ نکلے ہیں

چہرے سجے ہیں تو دل بجھے بجھے
ہر شخص میں تضاد ہے دن رات کی طرح

چہرے کتبے ہی سہی کتبوں کی عبارت پہ نہ جا
ابھی لفظوں سے کہاں پردے اٹھائے ہم نے

چہرے کے پھول،زلف کے سائے،بدن کی آنچ
کیا کیا سمیٹ لائی تیرے بدن کی ہوا

چہک رہا تھا جو بے برگ وبار شاخوں سے
اڑا دیا دیار خزاں سے وہ اک پرندہ بھی

چھپ چھپ کے روؤں اور سر انجمن ہنسوں
مجھ کو یہ مشورہ میرے درد آشنا کا ہے

چھپ کے آتا ہے کوئی خواب چرانے میرے
پھول ہر رات مہکتے ہیں سرہانے میرے

چھپ کے چھپ کے اب نہ دیکھ وفا کے مقام سے
گزرا ہمارا درد وفا کے مقام سے

چھپا گیا تھا محبت کا راز میں تو مگر
وہ بھولپن میں سخن دل کا نام کر بیٹھا

چھپاتے ہیں بہت وہ گرمئ دل کو مگر میں بھی
گل رخ پہ اڑی رنگت کے چھینٹے دیکھ لیتا ہوں

چھپائیں گے کہاں تک راز محفل شمع کے آنسو
کہے گی خاک پروانہ کہ پروانے پہ کیا گزری

چھٹ جاتی ہے الام زمانے کی سیاہی
جب دور تیری یاد کا چلتا ہے سر شام

چھڑ گئی جو نگاہوں کے تصادم سے عدم
اب وہ گھر کی گفتگو بھی داستان ہونے لگی

چھوٹ جاتی ہے پھول سے خوشبو
روٹھ جاتے ہیں یار چپ ہوجا

چھوٹے سے آنگن میں جو ہوتی ہے بات
پھیلا کرتی ہے وہ اکثر چاروں اور

چھو کے جھونکا بھی گزر جاتا ہے تو ہل جاتا ہوں
ہوں تو پتھر مگر اپنی جگہ بھاری نہیں

چھوٹتی ہوئی منزل، ٹوٹتے ہوئے تارے، ڈوبتا ہوا سورج
آپ نے نہیں جانا، آپ نے نہیں سمجھا آپ نے نہیں دیکھا

چھوڑ آئے گی پھر دشت و بیاباں میں اکیلا
خوشبو کی رفاقت تمہیں کچھ بھی نہیں دے گی
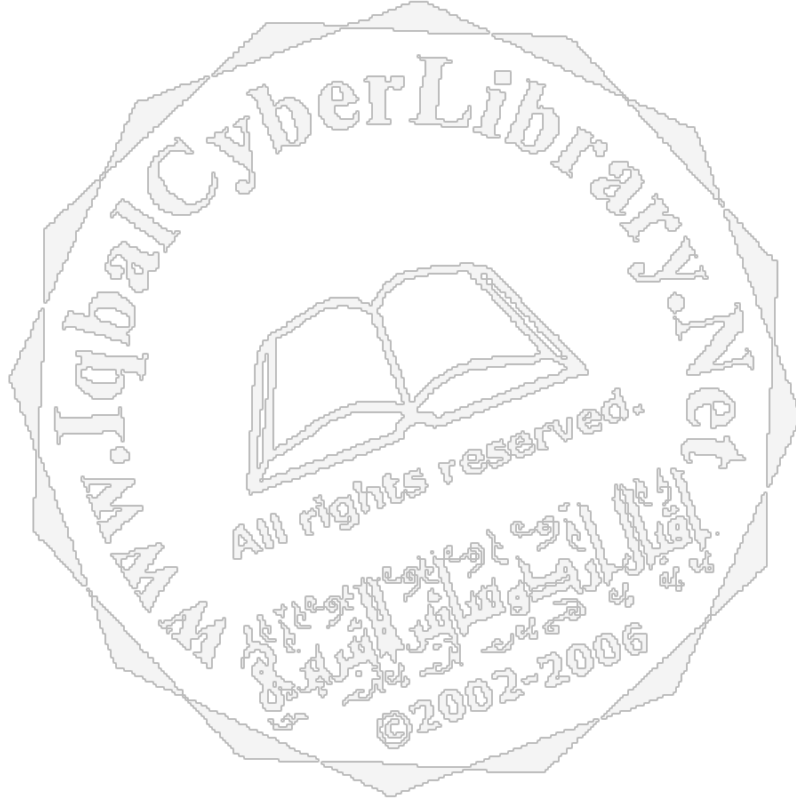
ح

ح۔(حے) ۔[ع۔مونث] اردو کا نواں ۔ فارسی کا آٹھواں اور عربی کا چھٹا حرف ۔ اسے حائے حطی ۔ حائے مہملہ اور حائے غیر منقوطہ بھی کہتے ہیں ۔ ابجد کے حساب میں اس کے آٹھ عدد مقرر ہیں۔

حادثے کیا کیا تمہاری بے رخی سے ہوگئے
ساری دنیا کے لئے ہم اجنبی سے ہوگئے

حادثہ سخت تھا جانکاہ تھا اب کے یارو
ورنہ ہم نے تو کبھی ہار مانی نہ تھی

حادثہ ہے مگر ایسا تو المناک نہیں
یعنی اک دوست نے اک دوست کو برباد کیا

حاصل اگر ہوئی بھی ہے تو حاصل نہیں ہے کچھ
بے اعتبار چیز ہے دنیا کہیں جسے

حاصل کا حساب ہو رہے گا
فی الحال تو جان دے رہا ہوں

حال دل احوال غم شرح تمنا عرض شوق
بے خودی میں کہہ گئے افسانہ در افسانہ ہم

حال دل تو کھل چکا اس شہر میں ہر شخص پر
لیکن تم اس شہر میں اک بے خبر بھی دیکھنا

حال دل کہنے بڑی شان سے آئے تھے خمار
اب جو سننے کو وہ بیٹھے ہیں تو کچھ یاد نہیں

حال دل ہم بھی سناتے لیکن
جب وہ رخصت ہوا تب یاد آیا

حال کھل جائے گا بے تابی دل کا حسرت
بار بار آپ انہیں شوق سے دیکھا نہ کریں

حجاب اٹھے ہیں لیکن وہ رو برو تو نہیں
شریک عشق کہیں کوئی آرزو تو نہیں

حد سے بڑھ کر محبت مناسب نہیں اس میں اندیشۂ بدگمانی بھی ہے
دشمنوں سے تعلق تو ہے ہی غلط دوستوں میں بھی کچھ فاصلہ چاہئے

حد سے گزر گئی یہاں رسم قاہری
اس دہر کو اب اس کی سزا دینا چاہیے

حدود ذات سے باہر نکل کے دیکھ ذرا
نہ کوئی غیر نہ کوئی رقیب لگتا ہے

حدود وقت ہے عجب حصار میں ہوں
میں ایک لمحہ ہوں صدیوں کے انتظار میں ہوں

حدیث زہر ہو یا واردات زہرہ مثال
کسی کے نام کو ہم زیب ہر مقالہ کریں

حرف مطلب زبان پہ کیوں آئے
یہ تو اظہار آرزو ہو گا

حریم دل میں تیری آرزو نے روشن کی
وہ آگ جس نے شب زندگی اجالی ہے

حساب عدوات بھی ہوتا رہے گا
محبت نے جینے کی مہلت اگر دی

حسرت اس طائر مایوس کی حالت پہ جو
قید سے چھوٹ کے بھی مائل پرواز نہیں

حسرت تو ہے یہ ہی کہ ہو دنیا سے دل کو میل
ہو جس سے دل کو میل وہ دنیا کہاں سے لائیں

حسرت کی پناہ گاہوں میں
کیا ٹھکانے ہیں سر چھپانے کو

حسرت ہے کوئی غنچہ ہمیں پیار سے دیکھے
ارمان ہے کوئی پھول ہمیں دل سے پکارے

حسن پہچانے گا میرا دیکھنے والی نظر
خوں تو ہے آنکھوں میں چہرے پہ اگر غازہ نہیں

حسن سے نبھ نہ سکی وضع کرم آخر تک
اوّل اوّل تو محبت کی مدارات ہوئی

حسن کو آتا ہے جب اپنی ضرورت کا خیال
عشق پر لطف کی برسات بھی ہو جاتی ہے

حسن کو چاند جوانی کو کنول کہتے ہیں
ان کی صورت نظر آئے تو غزل کہتے ہیں

حسن کو شرمسار کرنا ہی
عشق کا انتقام ہوتا ہے

حسن کے سمجھنے کو عمر چاہیے جاناں
دو گھڑی کی چاہت میں لڑکیاں نہیں کھلتیں

حسن مدہوش ادا، رنگ پہ بھرپور شباب
اور ان سب کا خلاصہ تیری انگڑائی ہے

حسن نے دعوت نظارہ ہر اک رنگ سے دی
عشق نے آنکھ اٹھا کر کبھی دیکھا بھی نہیں

حسن ہو جس رنگ میں محتاج آرائش نہیں
وہ بگڑتے جائیں گے جتنا سنورتے جائیں گے

حضور آپ سب آرائیاں کریں لیکن
فقط نمود سحر تک چراغ جلتے ہیں

حضور درست عجب حادثہ ہوا یارو
ہر اک حرف شکایت نے خودکشی کرلی

حضور یار ہوئی دفتر جنوں کی طلب
گرہ میں لے کے گریباں کا تار تار چلے

حفیظ اپنا مقدر حفیظ اپنا نصیب
گرے تھے پھول مگر ہم نے زخم ہی کھائے

حفیظ ان سے میں جتنا بدگماں ہوں
وہ مجھ سے اس قدر برہم نہ ہونگے

حق اچھا، پر اس کے لئے کوئی اور مرے تو اور اچھا
تم بھی کوئی منصور ہو جو سولی پہ چڑھو خاموش رہو

حق بات آ کے رک سی گئی تھی کبھی شکیب
چھالے پڑے ہوئے ہیں ابھی تک زبان پر

حقیقت کھل گئی حسرت تیری ترک محبت کی
تجھے تو وہ اب پہلے سے بڑھ کر یاد آتے ہیں

حنائے ناخن پا ہو کہ حلقۂ سر زلف
چھپاؤ بھی تو یہ جادو نکل آتے ہیں

حوادث رقص فرما ہیں قیامت مسکراتی ہے
سنا ہے ناخدا کے نام سے طوفان جلتے ہیں

حوادث روزگار دیکھیں، ابھی دکھاتے ہیں اور کیا کیا
ابھی تو اتنا سمجھ میں آتا ہے بے کسوں کا خدا نہیں ہے

حوصلہ تجھ کو نہ تھا مجھ سے جدا ہونے کا
ورنہ کاجل تیری آنکھوں میں نہ پھیلا ہوتا

حیات لذت آزار کا ہے دوسرا نام
نمک چھڑک تو چھڑک، زخم پر دوا نہ لگا

حیات وموت پہ ہوتی جو دسترس اس کی
تو میرے دوستو میں کب کا مر چکا ہوتا

حیات ہم کو تلاطم میں لے کے ڈوب گئی
وگرنہ موت نے ساحل دکھا دیا ہوتا

حیران ہیں لب بستہ ہیں دل گیر ہیں غنچے
خوشبو کی زبانی تیرا پیغام ہی آئے

حیرت سے شگوفوں کی جھپکتی نہیں آنکھیں
کس آن سے کانٹوں کے خریدار چلے ہیں

حیرت ہے اس نے اپنی پرستش ہی کیوں نہ کی
جب آدمی کو پہلے پہل آئینہ ملا

خاطر یہ ہے بازی دل
اس میں جیت سے مات بھلی

خ
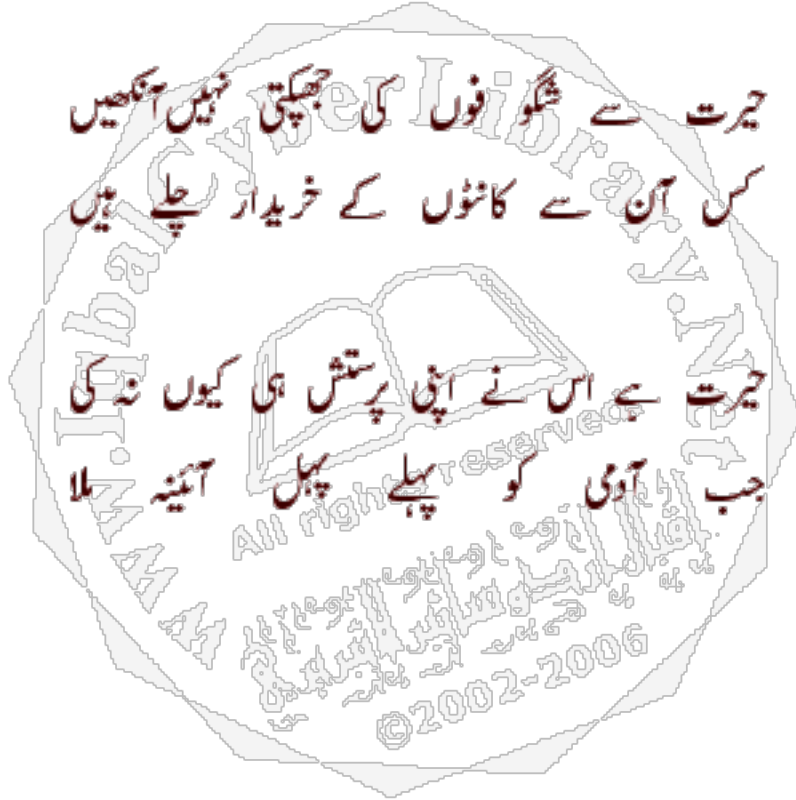
خ (خے) [ع۔مونث] اردو کا دسواں، فارسی کا نواں اور عربی کا ساتواں حرف۔ حساب ابجد میں اس کے چھ (۶۰۰) عدد مقرر ہیں۔
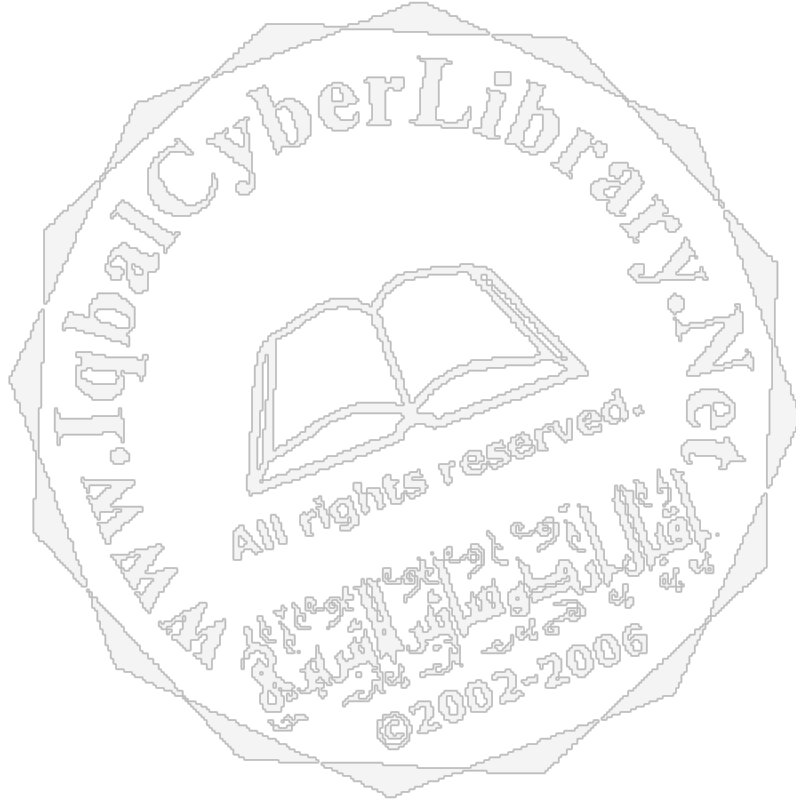
خاک سے جدا ہو کر، اپنا وزن کھو بیٹھا
آدمی معلق سا رہ گیا خلاؤں میں

خاک میں اس کی جدائی میں پریشاں پھروں
جب کہ یہ ملنا بچھڑنا میری مرضی نکلا

خالد وہ سانحہ تو انھیں یاد بھی نہیں
جو ہم نے عمر بھر کی نشانی بنا لیا

خاموش تھے لب، صورت اقرار عجب تھی
کیا کہتے صفائی میں کہ سرکار عجب تھی

خانہ دل میں بھری ہیں جانے کیا کیا دولتیں
قفل خاموشی میرے گھر کا نگہباں کیوں نہ ہو

خدا کرے کہ تری عمر میں گنے جائیں
وہ دن جو ہم نے ترے ہجر میں گزارے تھے

خدا کرے کہ تجھے دوری ہی راس آجائے
تو کیا کرے گا بھلا اب یہاں پر آکر بھی

خدا کی شان وہ میرا تڑپنا دل لگی سمجھیں
کسی کی جان جاتی ہے کسی کا دل بہلتا ہے

خدا وہ دن نہ دکھائے تجھے کہ میری طرح
مری وفا پہ بھروسہ نہ کر سکے تو بھی

خدا وہ دن نہ دکھائے کہ رہبر یہ کہے
چلے تھے جانے کہاں سے کہاں نکل آئے

خرد کی انتہا مجھ سے نہ پوچھو
جب اس کی ابتدا دیوانگی ہے

خرد کے مسئلے حل کرنے والو
تمہیں میرے جنوں سے کام کیا ہے

خزاں رفیق ہماری ہی ذات تھی گویا
ہم اٹھ گئے تو چمن میں شمار گل نہ رہا

خزاں عزیز ہے ہم کو اور اس کے سوا
بچا ہی کیا ہے ہمارے لیے تمہارے بعد

خزاں کی آہٹوں پر کانپتی ہیں پتیاں گل کی
بکھرنے کو ہے اب زلف بہاراں ہم نہ کہتے تھے

خزاں کی دھوپ سے شکوہ فضول ہے محسن
میں یوں بھی پھول تھا آخر مجھے بکھرنا تھا

خزاں کی رت میں لمحہ جمال کیسے آ گیا
یہ آج پھر سنگھار کا خیال کیسے آ گیا

خزاں کے تصور میں اس طرح گم ہوں
بہار آئے گی مجھ کو وحشت نہ ہوگی

خزاں نہ آئے میرے صحن درد میں ساجد
گلاب زخم، طلب کا نکھار زندہ رہے

خزاں نے مجھ کو بھی قربت سے ہمکنار کیا
کہ زرد ہوگئے پتے بھی میری آنکھیں بھی

خفا نہ ہو کہ تیرا حسن ہی کچھ ایسا تھا
میں تجھ سے پیار نہ کرتا تو اور کیا کرتا

خلاف مصلحت میں بھی سمجھتا ہوں مگر ناصح
وہ آتے ہیں تو چہرے پر تغیر آ ہی جاتا ہے

خلش غم سے میری جاں پہ بنی ہے جیسے
ریشمی شال کو کانٹوں پہ کوئی پھیلا دے

خلق کی بے خبری ہے کہ میری رسوائی
لوگ مجھ ہی کو سناتے ہیں فسانے میرے

خلقت پہ سادگی کا میں الزام کیا دھروں
جتنے شگاف تھے میری د انائیوں میں تھے

خلوص دل سے کہو ہم کو بھولنے والو
کبھی تمہیں بھی ہمارا خیال آتا ہے

خلوص نیت رہرو پہ منحصر ہے عظیم
مقام عشق بہت دور بھی ہے پاس بھی ہے

خموشی سے ادا ہو رسم دوری
کوئی ہنگامہ برپا کیوں کریں ہم

خنجر سی زبان کا زخم کھا کے
مرہم سی نظر نہ مل سکے گی

خندہ اہل جہاں کی مجھے پرواہ کیا تھی
تم بھی ہنستے ہو مرے حال پہ رونا ہے یہی

خوب روئے چھپ کے گھر کی چار دیواری میں ہم
حال دل کہنے کے قابل کوئی ہمسایا نہ تھا

خواب مین بھی تجھے بھولوں تو روا رکھ مجھ سے
وہ رویہ جو ہوا کا خس وخاشاک سے ہے

خواب میں تجھ سے ملاقات رہا کرتی تھی
خواب شرمندہ تعبیر ہوا کرتے تھے

خواب ہوتے ہیں دیکھنے کے لئے
ان میں جا کر مگر رہا نہ کرو

خوابوں کی گھٹا دور برس جائے گی اور تو
لوٹ آئے گا لے کر فقط آہیں فقط آنسو

خواہش تو یہ کہ آگے نہ کوئی نکل سکے
اور ناؤ ڈال دی ہے مخالف ہوا کے ساتھ

خوب تقسیم عیش و غم یہ رہی
غم ہم کو نصیب ہوتے ہیں

خوب تھا خواب عدم بھی دانش
دل کی دستک نے جگایا ہم کو

خوب ہے صاحب محفل کی ادا
کوئی بدلا تو برا مان گئے

خوبان شہر بھی نہ ہوئے مجھ پہ ملتفت
میں بھی وہ بد دماغ ہوں کہ حسرت نہیں مجھے

خود اپنے سائے ہی میں بیٹھنا پڑا ناصر
کوئی شجر مرے رستے میں ایستادہ نہیں

خود اسے درکار تھی میری نظر
خود نما جلوہ مجھے دیتا بھی کیا

خود اسے یاد نہیں عہد محبت لیکن
مجھ کو بیگانۂ پیمان وفا کہتی ہے

خود بھی گم ہوگئے ہم اپنی صداؤں کی طرح
دشت فرقت میں تجھے یوں نہ پکارا ہوتا

خود جو ان پہ مرتے رہے بدظن مجھے کرتے رہے
مارا ہوا ہوں میں قتیل ان دوستوں کی رائے کا

خودداریوں نے سر نہ جھکانے دیا شکیل
حسرت سے ان کا نقش قدم دیکھتے رہے

خود سے بھی توڑ چکا ہوں میں تعلق اپنا
اب مری راہ میں حائل کوئی دیوار نہیں

خود سے جب باتیں کرنے کو جی چاہا ہے
گھر سے اٹھ کر ندی کنارے جا بیٹھا ہوں

خودفریبی نے بے شک سہارا دیا اور طبیعت بظاہر بہلتی رہی
ایک کانٹا سا دل میں کھٹکتا رہا، ایک حسرت سی دل کو مسلتی رہی

خودکشی تک حرام ہے یعنی
یہ بھی ممکن نہیں کہ مر جاؤ

خود کو پایا نہ تجھ کو ڈھونڈھ سکے
زندگی اپنی رائیگاں گزری

خود کو سنتے ہیں اس طرح جیسے
وقت کی آخری صدا ہیں ہم

خود کو یوں محصور کر بیٹھا ہوں اپنی ذات میں
منزلیں چاروں طرف ہیں راستہ کوئی نہیں

خود میرے ہاتھ نے مارا مجھے پہلا پتھر
یوں تو چرکے بہت اصنام پرستی میں لگے

خود وہ آغوش کشادہ ہے جزیرے کی طرح
پھیلے دریاؤں کی مانند ہے محبت اس کی

خورشید صبح نو کو شکایت ہے دوستو
کیوں شب سے ہم نے صبح کو پیوستہ کہہ دیا

خورشید وہاں ہم نے سلگتے ہوئے دیکھا
کرنوں کا جس آشوب میں بیوپار چلے ہے

خوشبو کی اداسی کو چھپا جاتی ہے خوشبو
اڑتا ہے کوئی رنگ تو چھا جاتی ہے خوشبو

خوش تھے آنکھوں سے کیا رنگین چشمہ چھوتا ہے
ٹوٹا ہے دل کا پیمانہ اب معلوم ہوا

خوشبو کے رنگ دست صبا سے اتر گئے
پل بھر میں تیری چاہ کے موسم بدل گئے

خوش نہ تھا مجھ سے بچھڑ کے وہ بھی
اس کے چہرے پہ لکھا تھا لوگو

خوشی ہے ترک محبت کا عہد لے اے دوست
مگر یہ دیکھ تیرا دل لہو لہو تو نہیں

خوشبو کہیں نہ جانے یہ اصرار ہے بہت
اور یہ بھی آرزو کہ ذرا زلف کھولیے

خوشی سے کون بھلا تا ہے اپنے پیاروں کو
قصور اس میں زمانے کا ہے تمہارا نہیں

خوشی کا غم ہے نہ غم کی کوئی خوشی اب تو
بہت اداس گزرتی ہے زندگی اب تو

خوشی یہ دل کی ہے اس میں نہیں ہے عقل کو دخل
برا وہ کہتے رہے اور کچھ برا نہ لگا

خون رو دیتی ہے ہر موج صبا کے سامنے
دیکھنے میں آنکھ اپنی لاکھ بے پرواہ لگے

خون ضمیر ،خون صبا،خون آبرو
یارو ہمارے عہد میں کیا کیا روا ہوا

خیال جس کا تھا مجھے خیال میں ملا مجھے
سوال کا جواب بھی سوال میں ملا مجھے

خیال خاطر احباب اور کیا کرتے
جگر زخم بھی کھائے شمار بھی نہ کیا

خیر سے اب اہل ستم کو دیوانوں سے کام پڑا ہے
دیکھیں کتنی زنجیریں ہیں دیکھیں کتنے زنداں ہیں

خیل آگیا مایوس رہگزاروں کا
پلٹ کے آگئے منزل سے تیرے دیوانے

د

د۔(دال)[ع۔مونث] اردو کا گیارھواں ۔ فارسی کا دسواں ،عربی کا آٹھواں اور ہندی کا اٹھارھواں حرف۔ اسے دال مجمہ بھی کہتے ہیں۔ابجد کے حساب میں اس کے چار عدد مقرر ہیں۔

دائم آباد رہے گی دنیا
ہم نہ ہونگے کوئی ہم سا ہوگا

در کھلا ہی رہنے دو گھر سے نکلتے وقت تم
کچھ اگر ہے تو تمہاری ذات ہے گھر کچھ نہیں

درد کا رستہ ہے یا ہے ساعت روز حساب
سینکڑوں لوگوں کو روکا، ایک بھی ٹھہرا نہیں

درد کا نام اگر میرے لیے لکھا تھا
پھر کوئی اور مرے ساتھ پریشاں کیوں ہے

درد میں لذت بہت اشکوں میں رعنائی بہت
اے غمِ ہستی تیری دنیا پسند آئی بہت

دشت تنہائی میں اے جانِ جہاں لرزاں ہیں
تیری آواز کے سائے، ترے ہونٹوں کے سراب

دشت تنہائی میں، دوری کے خس و خاک تلے
کھل رہے ہیں، ترے پہلو کے سمن اور گلاب

دشت دیوانوں سے آباد ہوئے جاتے ہیں
اب تو جاگیر کسی قیس کی صحرا بھی نہیں

دشت میں قیس نہیں کوہ پہ فرہاد نہیں
ہے وہی عشق کی دنیا مگر آباد نہیں

دشمن ہے اور ساتھ رہے جان کی طرح
مجھ میں اتر گیا ہے وہ سرطان کی طرح

دشمنی رسمِ جہاں ہے دوستی حرفِ غلط
آدمی تنہا کھڑا ہے ظالموں کے سامنے

دعا میری سرسبز ہونے لگی
ہواؤں نے آ کر سنایا مجھے

دعا ہے ایسا کوئی حادثہ ہم پہ نہیں گزرے
اجالا گھر میں ہوں آنکھیں مگر بے نور ہوجائیں

دل بہلنے کا بہانہ ہے وفا کی امید
ورنہ احسان کسی کو نہ کسی کا دیکھا

دل پہ اک غم کی گھٹا چھائی ہوئی تھی کب سے
آج ان سے جو ملے ٹوٹ کے برسات ہوئی

دل پہ لاکھوں لفظ کندہ کر گئی اس کی نظر
اور کہنے کو ابھی اس نے کہا کچھ بھی نہیں

دل تو کہتا ہے کہ شائد ہو افسردہ تو بھی
دل کی کیا بات کریں دل تو ہے ناداں جاناں

دل جہاں لے جائے دل کے ساتھ جانا چاہیے
اس سے بڑھ کر اور کوئی رہنما ہوتا نہیں

دل دھڑکتا ہے کسی بے نام خدشے سے ریاض
کون کہہ سکتا ہے آتی رت میں کیا ہونے کو ہے

دل زندہ کو چنا درد کی دیواروں میں
روک لیتی مجھے اتنا بھی نہ دنیا سے ہوا

دل کا قصہ ذرا آہستہ کہیں
پس دیوار کھڑا ہے کوئی

دل کا نگر تو دیر سے ویران تھا مگر
سورج کا شہر بھی مجھے اجڑا ہوا لگا

دل کبھی شہر سدا رنگ ہوا کرتا تھا
اب تو اجڑے ہوئے ڈیرے کے سوا کچھ بھی نہیں

دل کی اجڑی اداس بستی میں
چاہتے تھے کئی مکیں رہنا

دل کی بازی ہار کے روئے ہو تو یہ بھی سن رکھو
اور ابھی تم پیار کرو گے اور ابھی پچھتاؤ گے

دل کی رفتار بدل جاتی تھی آواز کے ساتھ
یاد آتا ہے وہ پیرایہء گفتار بہت

دل کی قیمت تو محبت کے سوا کچھ بھی نہ تھی
جو ملے صورت زیبا کے خریدار ملے

دل کے دریا کو کسی پار اتر جانا ہے
اتنا بے سمت نہ چل لوٹ کے گھر جانا ہے

دل گداز نے آنکھوں کو دے دیئے آنسو
یہ جانتے ہوئے غم کے چلن کچھ اور بھی ہیں

دل گرفتہ ہی سہی بزم سجالی جائے
یاد جاناں سے کوئی شام نہ خالی جائے

دل مردہ میں پھر دھڑکنوں کا شور اٹھا
یہ بیٹھے بیٹھے مجھے کن دنوں کی یاد آئی

دل میں اب یوں تیرے بھولے ہوئے غم آتے ہیں
جیسے بچھڑے ہوئے کعبے میں صنم آتے ہیں

دل یہ کہتا ہے کہ شائد ہو فسردہ تو بھی
دل کی کیا بات کریں دل تو ہے ناداں جاناں

دم نظارہ میری حیرتوں پہ غور نہ کر
کہ میری آنکھ ازل سے یونہی سوالی ہے

دم وداع میں یوں مسکرا رہا ہوں نسیم
کہ جیسے ان سے جدائی کی بھی خوشی ہے بہت

دنیا سے اس قدر نہ مراسم بڑھا مجاز
اک روز یہ دیکھنا تمہیں بھول جائے گی

دنیا کی وسعتوں میں ہم خود ہی کھو گئے
اور جس کی جستجو تھی اس کا پتہ نہیں

دنیا میں قتیل اس سا منافق نہیں کوئی
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

دو گھڑی اس سے رہو دور تو یہ لگتا ہے
جس طرح سائے دیوار سے دیوار جدا

دو چار صحبتوں میں اسے اور دیکھ لیں
وہ شخص پہلی بار تو اچھا نہیں لگا

دو گھڑی اس سے رہو دور تو یوں لگتا ہے
جس طرح سایہ دیوار سے دیوار جدا

دو چار خراشوں سے ہو تسکین جفا کیا
شیشہ ہوں تو پتھر پہ اچھالے کوئی آ کر

دھوپ سے جن کو گلہ ہے کہ جلا ڈالے گی
اپنے اندر کے اندھیروں سے نہ باہر دیکھے

دھوکا نہ تھا نظر کا تو پھر اے شب دراز
وہ ہلکے ہلکے صبح کے آثار کیا ہوئے

دیار غیر میں اب دور تک تنہائی ہے
یہ اجنبی در ودیوار کچھ تو بولیں آج

دیے سے ڈھونڈ رہا ہوں فقط اک شب کی پناہ
صاف انکار ہر اک در پہ لکھا لگتا ہے

دیکھ کر بھی تیرے جلوے نہیں دیکھے جاتے
وہی پابندی آداب نظر ہے کہ جو تھی

دیکھ کر دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ
سانپ ہوتے ہیں آستینوں میں

دیکھ کر شمع تمنا کی ضیاء آنکھوں میں
مسکرائے گا مگر بات نہیں مانے گا

دیکھ کر مجھ کو غور سے پھر وہ چپ سے ہوگئے
دل میں خلش ہے آج تک اس ان کہے سوال کی

دیکھ کر میرے دل کی بربادی
کون شیدائے رنگ و بو ہوگا

دیکھا تجھے تو بڑھ گئیں اس دل کی دھڑکنیں
کیا تیرا دل بھی زور سے دھڑکا ہے سچ بتا

دیکھا تو تھا یوں ہی کسی غفلت شعار نے
دیوانہ کر دیا دل بے اختیار نے

دیکھا مجھے تو ترک تعلق کے باوجود
وہ مسکرا دیا، یہ ہنر بھی اسی کا تھا

دیکھتا کیا مجھ کو وہ مصروف گل گشت چمن
میں نے جب دیکھا تو وہ گل کو مسلنے لگ گیا

دیکھتے دیکھتے تاروں کا سفر ختم ہوا
سوگیا چاند مگر نیند نہ آئی مجھ کو

دیکھو وہ چاند سسکتا ہے افق کی حد پر
تم بھی اس چاند کی مانند گزر جاؤ گے

دیکھی گئی نہ آپ کی اندوہ خاطری
کانٹے ملے تو ان کو بھی گلدستہ کہہ دیا

دیئے خلوص و محبت کے بجھتے جاتے ہیں
گراں نہ ہو تو ہمیں اس قدر ستاؤ نہیں

دے گیا عمر کی تنہائی مجھے
اک محفل میں ملا تھا مجھ کو

ڈ

ڈ۔(ڈال)[ہ۔ مونث] اردو کا بارھواں اور ہندی کا تیراھواں حرف۔ ابجد کے حساب میں اس کے چار عدد مقرر ہیں۔

ڈالتے اس پہ کمندیں، وہ کوئی چاند نہ تھا
سو جتن سب نے کیے ہاتھ نہ آیا سورج

ڈالے گئے اس واسطے پتھر میرے آگے
ٹھوکر سے اگر ہوش سنبھل جائے تو اچھا

ڈر کچھ اور بھی آہستہ اے نگار وصال
کہ ایک عمر سے میں تیرے انتظار میں تھا

ڈر کے کسی سے چھپ جاتا ہے جیسے سانپ خزانے میں
زر کے زور سے زندہ ہیں سب خاک کے اس ویرانے میں

ڈر ہے تیرے حسین تصور کا خوں نہ ہو
میں نقش ناتمام ہوں سوچا نہ کر مجھے

ڈرا دیتی ہے جن کو انقلاب وقت کی پائل
انہیں کیوں کر میں سمجھاؤں کہ رقص ارتقا کیا ہے

ڈرتا ہوں جو لیتا ہے کوئی نام خوشی کا
روتا ہوں جب آتا ہے کوئی وقت ہنسی کا

ڈرتے ڈرتے آج کسی کو دل کا بھید بتایا ہے
اتنے دنوں کے بعد لبوں پہ نام کسی کا آیا ہے

ڈوب جائیں گے ستارے اور بکھر جائے گی رات
دیکھتی رہ جائیں گی آنکھیں گزر جائے گی رات

ڈوب کر جس میں اپنی تھاہ ملی
لحہ لحہ وہی بھنور ہے یہاں

ڈوب کر دیکھ سمندر ہوں میں آوازوں کا
طالب حسن سماعت میرا سناٹا ہے

ڈوبا ہوا ہے دل میرا خوابوں کی جھیل میں
آنکھوں میں خواہشوں کی تھکن کا خمار ہے

ڈوبتی شام تیری یاد کے جلتے ہیں چراغ
ہم بہت دور ستاروں میں نکل جاتے ہیں

ڈوبتے تاروں سے پوچھو نہ قمر سے پوچھو
قصہ رخصتِ شب ، شمع سحر سے پوچھو

ڈوبتے سورج کے سائے میں گھنے پیڑ کو دیکھ
ہر کسی سے اس طرح عہد وفاداری نہ کر

ڈوبتے وقت کی آواز ہوں کر لو محفوظ
پھر میرے بعد یہ نغمہ نہ سنائی دے گا

ڈوبنے تک میں نا امید نہیں
کب نہ جانے ہوا پلٹ جائے

ڈوبنے والے ستارے کو بھلا کب تک پکارے
زندگی کی رات کو سورج کے ہنس دینے کا ڈر ہے

ڈوبیں گی میرے ساتھ ہی نظریں بھی کسی کی
ساحل پہ کوئی دیکھنے والا بھی تو ہوگا

ڈوبے سے کہاں پیاس بجھی اہل طلب کی
میں وادیٔ گل میں بھی بیاباں کی طرح تھا

ڈوبے ہوئے تاروں پہ میں کیا اشک بہاتا
چڑھتے ہوئے سورج سے میری آنکھ لڑی تھی

ڈوبے ہوئے تاروں کا یہ ماتم نہیں کرتی
چڑھتے ہوئے سورج کی پرستار ہے دنیا

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی
میں ورنہ ہر لباس میں ننگ وجود تھا

ڈھلتی ہے وہ مے اک تیرے پیمانے میں ساقی
مستی کو بھی جو ہوش کے آداب سکھائے

ڈھونڈ اب کچھ بھاگتے لوگوں میں صورت آشنا
ان بگولوں میں گئے لمحوں کی پروائی نہ ہو

ڈھونڈ رہی ہے میرے تن میں شاید میری روح مجھے
اپنے سناٹوں سے کچھ مانوس صدائیں آتی ہیں

ڈھونڈتا پھرتا ہوں اے اقبال اپنے آپ کو
آپ ہی گویا مسافر آپ ہی منزل ہوں میں

ڈھونڈتا پھرتا ہوں لوگوں میں شباہت اس کی
کہ وہ خوابوں میں لگتی ہے خیالوں جیسی

ڈھونڈتا ہے عدم انہیں اب کیا
وہ تو دل میں سمائے بیٹھے ہیں

ڈھونڈتے پھرتے ہیں زخموں کا مداوا نکلے
اس بھرے شہر میں کوئی تو مسیحا نکلے

ڈھونڈتے ہیں دوائے دردِ دل
چارہ گر بھی عجیب ہوتے ہیں

ڈھونڈنے کو تجھے او ! میرے نہ ملنے والے
وہ چلا ہے جسے اپنا بھی پتہ یاد نہیں

ڈھونڈنے نکلے ہیں تجھ کو ماورائے آب وگل
عمر گزری یم بہ یم، صحرا بہ صحرا دیکھتے

ڈھونڈو تو کچھ ستارے ابھی ہونگے عرش پر
دیکھو تو وہ حریف شب تار کیا ہوئے

ڈھونڈو گے اگر ملکوں، ملکوں، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت وغم، اے ہم نفسو، وہ خواب ہیں ہم

ڈھونڈھ اجڑے ہوئے لوگوں میں وفا کے موتی
یہ خزانے تجھے ممکن ہے خوابوں میں ملیں

ڈھیر ہوجائے گا سورج ایک دن جل جل کے آپ
چاند پتّوں کی طرح آخر کو مرجھا جائے گا
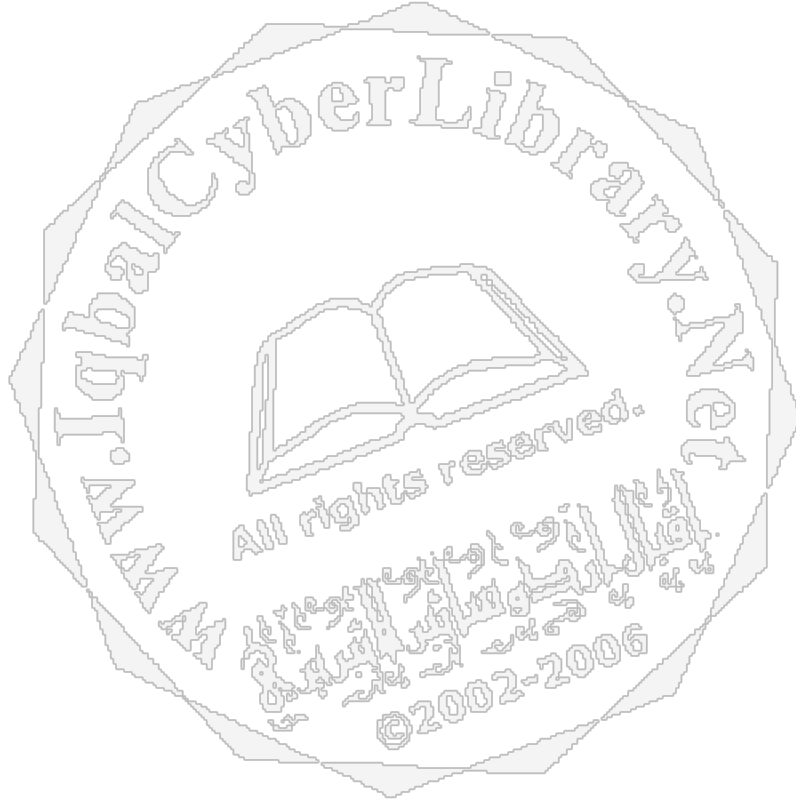
ذ

ذ (ذال) [ع۔مذکر] اردو کا تیرھواں، فارسی کا گیارھواں اور عربی کا نواں حرف۔ اسے ذال معجمہ یا منقوطہ بھی کہتے ہیں۔ ابجد کے حساب میں اس کے ۷۰۰ عدد مقرر ہیں۔

ذات کے پردے سے باہر آ کے بھی تنہا رہوں
میں اگر ہوں اجنبی تو میرے گھر میں کون ہے

ذرا اے بے خودی ہوشیار رہنا دشت غربت میں
خدا معلوم مجھ کو یاد آجائے کہاں کوئی

ذرا آگے چلو گے تو اضافہ علم میں ہو گا
محبت پہلے ،پہلے بے ضرر محسوس ہوتی ہے

ذرا دیر آشنا چشم کرم ہے
ستم ہی عشق میں پیہم نہ ہونگے

ذرا رسائی منزل گہر مراد تو دیکھ
چلے تھے شہر وفا سے پہنچ گئے سردار

ذرا سا عشق کا بھی اس میں دخل ہوتا ہے
کوئی حسین مکمل حسین نہیں ہوتا

ذرا سراغ لگا میرے رنگ ختم کا
غموں کی دھوپ میں بند نقاب کھول کے دیکھ

ذرا سی بات پہ دامن چھڑا لیا ہم سے
تمام عمر کی وابستگی کو بھول گئے

ذرا سی دیر ٹھہرنے دے اے غم دنیا
بلا رہا ہے کوئی بام سے اتر کے مجھے

ذرا سے ظلم پہ کیوں عہد ماضی کو بھلا دیتا
جنہیں برسوں دعا دی تھی انہیں کیا بددعا دیتے

ذرا وصال کے بعد آئینہ تو دیکھ اے دوست
ترے جمال کی دوشیزگی نکھر آئی

ذرہ انسان کبھی دشت نگر لگتا ہے
بعض اوقات ہمیں ایسا بھی ڈر لگتا ہے

ذرے ذرے کو تجلی کا پتہ دیتا ہے تو
پتھروں کو چوم کر ہیرا بنا دیتا ہے تو

ذرے ذرے میں بے حجاب ہیں وہ
جن کو دعویٰ ہے منہ چھپانے کا

ذرے کی شکل میں مجھے سمٹا ہوا نہ جان
صحرا کے روپ میں مجھے پھیلا ہوا بھی دیکھ

ذرے ہیں مگر کم نہیں پاؤ گے کسی سے
پھر جانچ کے دیکھو ہمیں پھر تول کے دیکھو

ذکر اس پروش کا اور پھر بیاں اپنا
بن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

ذکر اس کا ہی سہی بزم میں بیٹھے رہو فراز
درد کیسا ہی اٹھے ہاتھ نہ دل پر رکھنا

ذکر اک روز پلٹنے کا کیا تھا تم نے
اک دیا دل کے اندھروں میں جلا رکھا ہے

ذکر آئے گا جہاں بھنوروں کا
بات ہوگی میرے ہر جائی کی

ذوق تنہائی کی تکمیل تو ہو لینے دو
قید میں ساتھ میرے کیوں میرا سایہ جائے

ذوق نگاہ اور بہاروں کے درمیان
پردے گرے ہیں وہ کہ نہ جن کو اٹھا سکوں

ذوق وفا نہیں تمہیں داد وفا تو دو
روتے نہیں ہو ساتھ میرے مسکرا تو دو

ذہانتوں کو کہاں وقت خوں بہانے کا
ہمارے شہر میں کردار قتل ہوتے ہیں

ذہن آوارہ، دل آوارہ، نظر آوارہ
کیسے اس حال کو پہنچا نہ کسی نے پوچھا

ذہن چھلنی جو کیا ہے تو یہ مجبوری ہے
جتنے کانٹے ہیں وہ تلووں میں پروئیں کیسے

ذہن کا مشورہ ترک طلب بھی برحق
ذہن کی بات قبول دل سادہ بھی تو ہو

ذہن کے پردے پہ منزل کے ہیولے نہ بنا
غور سے دیکھتا جا راہ میں آتا ہے کیا

ذہن کے تاریک گوشوں سے اٹھی تھی اک صدا
میں نے پوچھا کون ہے اس نے کہا کوئی نہیں

ذہن میں انگڑائیاں لیتا ہے جب تیرا خیال
شاخ لب پہ میری کھلتے ہیں تبسم کے گلاب

ر

ر (رے) [ع۔مونث] (۱) اردو کا چودھواں ، فارسی کا بارھواں،عربی کا دسواں اور ہندی کا ستائیسواں حرف ۔ اسے رائے مہملہ اور رائے غیر منقوطہ بھی کہتے ہیں۔ (۲) حساب ابجد میں اس کے دوسو عدد مقرر ہیں۔
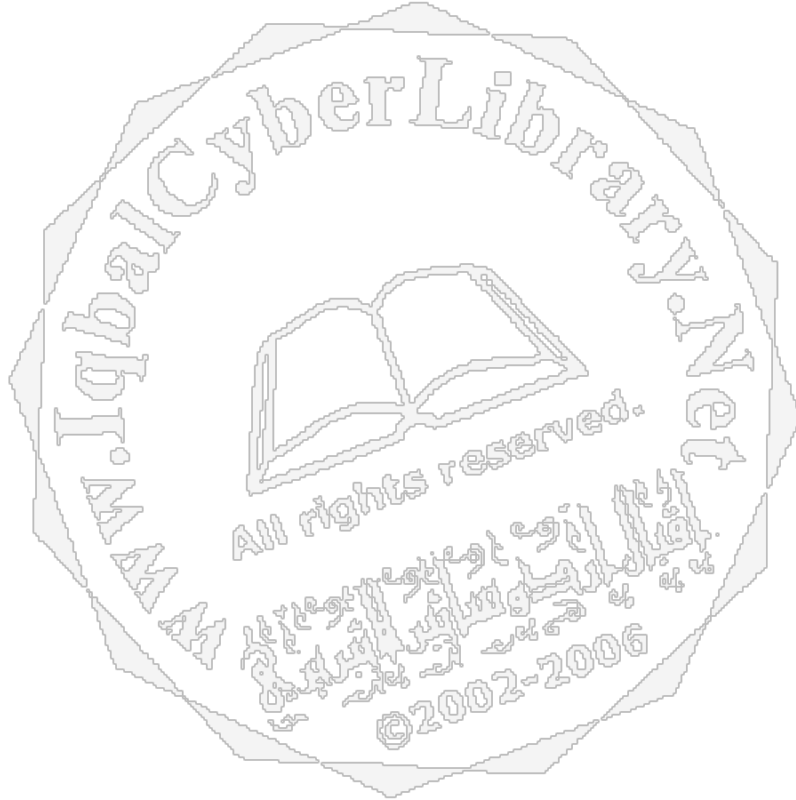
رات اگر بیت چکی ہے تو بتا امجد
یہ ستارہ سا چمکتا سرمژگاں کیوں ہے
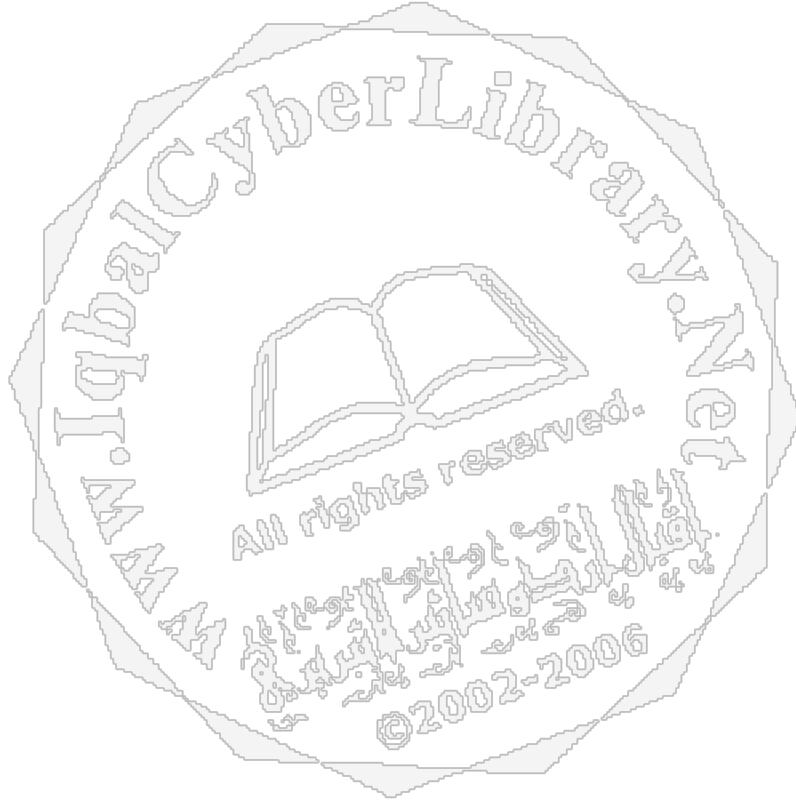
رات بھر اک چاپ سی پھرتی رہی چاروں طرف
جان لیوا خوف تھا لیکن ہوا کچھ بھی نہیں

رات بھر آنکھوں میں اس کا مرمریں پیکر رہا
چاندنی کے جھلملانے میں نمو اس کی بھی تھی

رات بھر خوف سے چیختے تھے سحر کی خاطر
صبح دم خود کو بکھرتے ہوئے در پر دیکھا

رات دن ہم تیری یادوں کا سہارا لے کر
اپنی تنہائی کا ایوان سجا لیتے ہیں

رات کا پہلا پہر ہے اہل دل خاموش ہیں
صبح تک روتی ہوئی آنکھوں سے بھر جائے گی رات

رات کو پیار کی سوغات ملی ہے جس سے
صبح ہوگی تو وہی زخم جدائی دے گا

رات کی رانی کا جھونکا تھا کسی کی یاد بھی
دیر تک آنگن میرے احساس کا مہکا رہا

رات لغاتِ عمر سے میں نے چنا تھا ایک لفظ
لفظ بہت عجیب تھا، یاد نہیں رہا مجھے

رات میں اس کشمکش میں ایک پل سویا نہیں
کل میں جب جانے لگا تو اس نے کیوں روکا نہیں

راز تیرا چھپا نہیں سکتا
تو مجھے اپنا راز داں نہ بنا

راز محبت کہنے والے لوگ تو لاکھوں ملتے ہیں
راز محبت رکھنے والا ہم سا دیکھا ہو تو کہو

راس آئے مجھے مرجھائے ہوئے زرد گلاب
غم کا پر تو میرے چہرے کی بحالی نکلا

راستوں میں تیرگی کی یہ فروانی نہ تھی
اس سے پہلے بھی تمہارے شہر میں آیا تھا میں

راستے بھر کی رفاقت بھی بہت ہے جان من
ورنہ منزل پر پہنچ کر کون کس کا آشنا

راستے ہی راستے تھے آخر منزل تلک
رنج کتنے اک خوشی کا خواب آنے میں لگے

راکھ کا اک ڈھیر بن کر رہ گیا سینے میں دل
آگ برساتی رہی دنیا میرے اعصاب پر

راہ جنوں میں تیشہ بدست آ گیا ہوں میں
ہر سنگ ہے گراں مگر اتنا گراں کہاں

راہ حیات میں وہ ملے تو تھے اک بار
پر ان سے بات چیت بہت مختصر ہوئی

راہ طلب میں چلتے چلتے تھک کے جب ہم چور ہوئے
زلف کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھے پل دو پل آ آرام کیا

راہ میں بھیڑ بھی پڑتی ہے ابھی سے سن لو
ہاتھ سے ہاتھ ملا ہے تو ملائے رکھنا

راہ میں چھاؤں ذرا سی کر گئی مجھ کو خراب
دو گھڑی رکنے سے میرے پاؤں بوجھل ہوگئے

راہ میں لٹ کے بیٹھنے والو
اب کسی کو نہ ہم سفر کہنا

راہ وفا میں جان دینا ہی پیشرؤوں کا شیوہ تھا
ہم نے جب سے جینا سیکھا، جینا کار مثال ہوا

راہیں سمٹ سمٹ کے نگاہوں میں آگئیں
جو بھی قدم اٹھا وہی منزل نما اٹھا

ربط باہم پہ ہمیں کیا نہ کہیں گے دشمن
آشنا جب ترے پیغام سے جل جاتے ہیں

ربط بھی رکھنا ہے معنی اپنے
بات بے بات نہ ٹوکا کیجیے

رت جگے خواب پریشاں سے کہیں بہتر ہیں
لرز اٹھتا ہوں اگر آنکھ ذرا لگتی ہے

رتجگوں کا مرے کچھ بھی تجھے احساس نہیں
تیری آنکھوں سے اگر نیند اڑا لی جائے

رچ بس گیا ہے ذہن میں ناصر کسی کا روپ
اب کیا کریں گے ہم کوئی شاہکار دیکھ کر

رچی ہے میرے بدن میں تمام دن کی تھکن
ابھی تو رات کا لمبا سفر بھی آئے گا

رحمت بڑی الجھن میں ہمیں ڈال گیا ہے
مبہم سے کوئی کر کے نگاہوں سے اشارے

رخ بدلنے لگا فسانے کا
لوگ محفل سے اٹھ کے جانے لگے

رخصت کرنے کے آداب نبھانے ہی تھے
بند آنکھوں سے اس کو جاتا دیکھ لیا ہے

رخصت کے بعد تیرے سراپا سے ماورا ء
یہ کون سی ادا ہے جو اب یاد آئی ہے

رستے میں اک بھولی ہوئی شکل دیکھ کر
آواز دی تو لب پہ کوئی نام بھی نہ تھا

رسم جہاں نہ چھوٹ سکی ترک عشق سے
جب مل گئے تو پرسش حالات ہوگئی

رسم فرہاد پھر زندہ کریں
آؤ پھر پتھروں کا دل چیریں

رسوائیوں کا آپ کو آیا ہے اب خیال
ہم نے تو اپنے دوست بھی دشمن بنا لیے

رفاقتوں کا میری اس کو دھیان کتنا تھا
زمین لے لی مگر آسمان چھوڑ گیا

رفاقتوں کے نئے خواب خوشنما ہیں مگر
گزر چکا ہے تیرے اعتبار کا موسم

رفتہ رفتہ یہ ہی زنداں میں بدل جاتے ہیں
اب کسی شہر کی بنیاد نہ ڈالی جائے

رفتہ رفتہ یہی زندا ں میں بد ل جا تے ہیں
اب کسی شہر کی بنیا د نہ ڈا لی جا ئے

رقص پرور فضا میں اکیلا تھا میں
لوگ کیوں میرا زخم جگر دیکھتے

رقیب اپنا کسی در سے اگر خیرات پا لے تو یہی کہنا
تیرا کشکول اچھا ہے تیرا طرز گدائی خوبصورت ہے

رک جائیں جو کچھ دیر تو ہم بیٹھ کے دم لیں
بدلے ہی چلے جاتے ہیں حالات مسلسل

رگ رگ میں اس کا لمس اترتا دکھائی دے
جو کیفیت بھی جسم کو دے ا نتہا ئی دے

رگوں میں خو ن کی گرمی کا معجزہ ہے تمام
وگر نہ آدمی پتھر سے مختلف تو نہ تھا

رنج سفر کی کوئی نشانی تو پاس ہو
تھوڑی سی خاک کوچہ دلبر ہی لے چلیں

رنج و غم درد و الم، یاس تمنا ،حسرت
اک تیری یاد کے ہونے سے ہے کیا کیا دل میں

رنجش اپنی جگہ ہاتھ ملاؤ تو سہی
یہ کہ اک رسم زمانہ ہے نبھاؤ تو سہی

رنجش ہی سہی ،دل ہی دکھانے کے لئے آ
آ پھر سے مجھے چھوڑ کے جانے کے لئے آ

رنگ اڑنے لگا ہے پھولوں کا
اب تو آجاؤ وقت نازک ہے

رنگ بھرتا تھا تیرے قرب کا موسم جن میں
ہائے وہ دن بھی عجب آب،و ہو ا رکھتے تھے

رنگ پھیلا تھا لہو میں، نہ ستارہ چمکا
اب کے ہر لمس تیرا جھوٹ رہا ہو جیسے

رنگ پیراہن کا خوشبو زلف لہرانے کا نام
موسم گل ہے تمہارے بام پہ آنے کا نام

رو پڑا ہوں تو کوئی بات ہی ایسی ہوگی
میں کہ واقف تھا تیرے ہجر کے آداب سے بھی

رواں دواں ہیں سفینے تلاش میں جس کی
وہ اک شکستہ کنارا ہے اور کچھ بھی نہیں

رواں رہیں گے یونہی اشک میری آنکھوں سے
ملی ہے مجھ کر یہ سوغات عمر بھر کے لئے

روتے ہیں دل کے زخم تو ہنستا نہیں کوئی
اتنا تو فائدہ مجھے تنہائیوں سے ہے

روح کی جوت بجھ چکی ہوتی، دل کے اجزا بکھر گئے ہوتے
زندگی آپ کی نوازش ہے ورنہ ہم لوگ مر گئے ہوتے

روداد اہل بزم محبت نہ پوچھئے
ہنستے ہوئے جو آئے تھے باچشم تر گئے

روداد غم الفت ان سے ہم کیا کہتے ،کیوں کہتے
اک حرف نہ نکلا ہونٹوں سے اور آنکھ میں آنسو آ بھی گئے

روداد محبت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے
دو دن کی مسرت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے

روز کھا لیتے ہیں ہنستے ہوئے چہروں سے فریب
کیا کریں اپنی نگاہوں میں مروت ہے ابھی

روز ملتے ہیں دریچے میں نئے پھول مجھے
چھوڑ جاتا ہے کوئی روز نشانی اپنی

روشنی آنکھوں سے دل سے ولولے، چہرے سے رنگ
لے گئی سب کچھ اڑا کے غم کی وہ اندھی چلی

روشنی کے لئے دل جلانا پڑا
ایسی ظلمت بڑھی تیری جانے کے بعد

روشنی لے کے بہت دور کھڑی ہے دنیا
مجھ سے کہتی ہے تیرے پاس تو سایہ بھی نہیں

روک سکتے تھے اسے ہم ابتداء کے دور سے
اب ہمیں دیوانگی شہر پر قدرت کہاں

روکا انا نے کاوش بے سود سے مجھے
اس بت کو اپنا حال سنانے نہیں دیا

رویا کریں گے آپ بھی پہروں اسی طرح
اٹکا کہیں جو آپ کا دل بھی میری طرح

روئیں نہ ابھی اہل نظر حال پہ میرے
ہونا ہے ابھی مجھ کو خراب اور زیادہ

رہتا ہے روز اس کی ملاقات کا خیال
ہو جائے خواب کاش یہ دن رات کا خیال

رہتے ہوئے اس جہاں میں مدت گزر گئی
پھر بھی اپنے کو اجنبی پاتا ہوں میں

رہتے ہیں آج جس میں جسے دیکھتے ہیں ہم
ممکن ہے یہ گزشتہ کا خواب و خیال ہو

رہزن کے ہوگئے کبھی رہبر کے ہوگئے
جس در پہ آ گئے ہیں اسی در کے ہوگئے

رہے گی یاد ہمیں اس کی خوش مزاقی بھی
ملا ہے جب بھی وہ خوش فہمیوں میں ڈال گیا

ریاکاری لبوں نے سیکھ لی
کوئی حالت ہو یہ ہنستے رہیں گے

ریاضت چیز تو اچھی ہے لیکن حضرت زاہد
یہ بے موسم سی شے معلوم ہوتی ہے جوانی میں

ریت ابھی پچھلے مکانوں کی نہ واپس آئی تھی
پھر لب ساحل گھروندا کرگیا تعمیر کون

ریت پر لکھا گیا یا سطحِ موجِ آب پر
نام جو اس آنکھ کی وحشت سے وابستہ ہوا

ریت کے پھول، آگ کے تارے
یہ ہے فصلِ مراد کا گہنا

ریزہ ریزہ بکھر گیا انسان
دل کی ویرانیاں جتانے کو

ریزۂ سنگِ انا تھا راہ کا کوہِ گراں
بڑھ کے لگ جاتا مرے سینے سے ایسا کون تھا
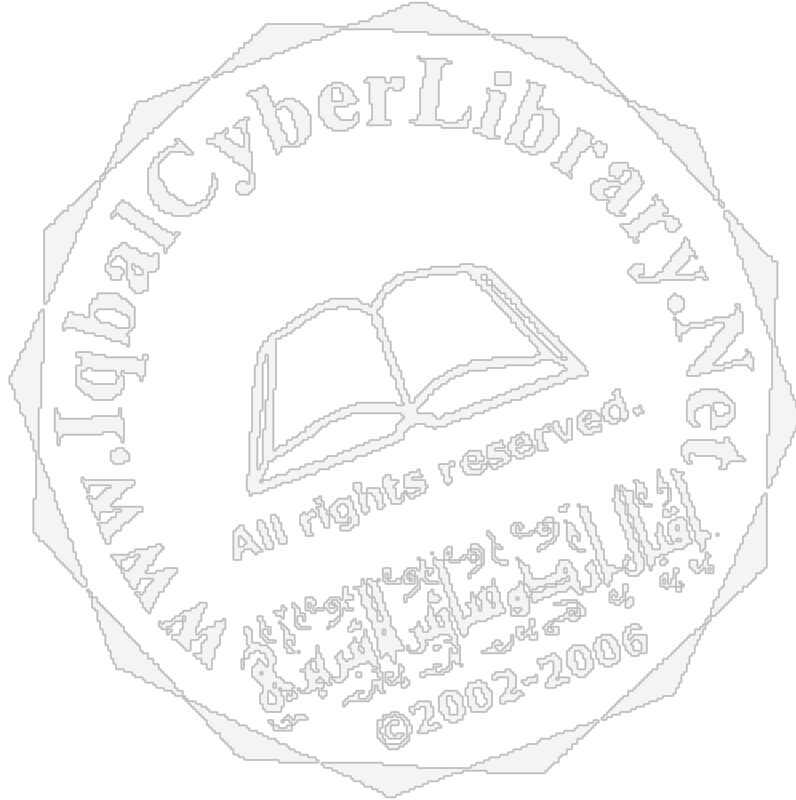
ز

ز (زے) [ع۔ ا۔ مونث] اردو کا سولھواں ، فارسی کا تیراھواں اور عربی کا گیارھواں حرف (۲) حساب ابجد میں اس کے سات عدد مقرر ہیں۔

زخموں کو پھول، اشک کو شبنم کہو کہ اب
صاحب یہ چاہتے ہیں کہ غم کا بیاں نہ ہو

زبانوں پر دلوں کی بات جب ہم لا نہیں سکتے
جفا کو پھر وفا کی داستاں کہنا ہی پڑتا ہے

زباں پہ نام بھی آتا ہے تیرا رک رک کر
ہر اک تار نفس کا پاسباں سا ہے

زبان غیر سے کیا شرح آرزو کرتے
وہ خود اگر کہیں ملتا تو آرزو کرتے

زبانی تھا سچی محبت کا عہد
نہ کاغذ تھا کوئی نہ تحریر تھی

زباں ابھی سے کہے داستان الفت کیوں
ابھی نگاہ میں تاب کلام باقی ہے

زباں پہ حرف شکایت !نہ آہ سینے میں
محبتوں کو نبھایا بڑے قرینے سے

زباں پہ مہر لگی ہے تو کیا، کہ رکھ دی ہے
ہر ایک حلقہء زنجیر میں زباں میں نے

زخم آوارگی ہے خیر بھر جائے گا
شہر والوں نے اپنا تو جانا ہمیں

زخم پر رہنے دے تھوڑی دیر تک مرہم کی تہہ
اے شفق کے ڈوبتے بادل ذرا آہستہ چل

زخم جتنے بھی تھے سب منسوب قاتل سے ہوئے
تیرے ہاتھوں کے نشاں اے چارہ گر دیکھے گا کون

زخم دل اور ہرا خون تمنا سے ہوا
تشنگی کا میری آغاز ہی دریا سے ہوا

زخم دل ترے گھر کی زینت ہیں انھیں پردے میں رکھو
کوئی نامحرم تیرے گھر کا تماشائی نہ ہو!!!

زخم سفر ہے دھوپ کا صحرا ہے اور میں
دریا تو ساتھ چھوڑ گیا درمیان سے

زخم ہی زخم ہیں مرے دل و جان
دوست ہی دوست ہیں میرے اطراف

زخم ہی کھولنے آئے ہیں تو عجلت کیسی
چھو مرے زخم کو اے باد صبا آہستہ

زخموں سے بدن گلزار سہی، پر ان کے شکستہ تیر گنو
خود ترکش والے کہہ دیں گے یہ بازی کس نے ہاری ہے

زخموں سے گوشۂ دل ویراں سجا لیا
ہم نے خزاں میں جشن بہاراں سجا لیا

زخموں کے باوجود مرا حوصلہ تو دیکھ!
تو ہنس دیا تو میں بھی ترے ساتھ ہنس دیا

زرد رو تھا کسی صدمے سے ابھرتا سورج
یہ خبر ڈوبتے تاروں کی زبانی آئی

زعم ہے اس سے بچھڑ کے بھول جائیں گے اسے
کب مگر اپنی طبیعت ہی کو بدلا جائے گا

زلف برہم ہے، دل آشفتہ، صبا آوارہ
خواب ہستی سا نہیں خواب پریشاں کوئی

زلف راتوں سی ہے رنگت ہے اجالوں جیسی
پر طبیعت ہے وہی بھولنے والوں جیسی

زلفوں کو دام، آنکھوں کو جادو، لبوں کو پھول
اور آدمی کو چاند کا ٹکڑا نہیں کہا

زمانہ پی تو رہا شراب دانش کو
خدا کرے کہ یہ ہی زہر کارگر ہو جائے

زمانہ ساز نکلے تم تو کیا ہے
ذرا سی بات کو کیا دیں ہوا ہم

زمانہ گرم سفر ہے، کہیں تو پائے گا
وہ دل جو مہر و محبت کی سر زمیں ہونگے

زمانے بھر کے غم یا اک تیرا غم
یہ غم ہوگا تو کتنے غم نہ ہونگے

زمانے سے آگے تو بڑھیئے مجاز
زمانے کو آگے بڑھانا بھی ہے

زمانے کو نہ دے الزام اے ناواقف منزل
زمانے کی نظر ہم ہیں،زمانے کا چلن ہم ہیں

زمانے کے جو ر و ستم توبہ توبہ
کہ اکثر تو مجھ کو نہ تم یاد آئے

زمانے کے لب پہ زمانے کی باتیں
مری دکھ بھری داستاں میرے دل میں

زنجیر سمجھ کر مجھے توڑا ہے تو نے
اب تجھ کو پریشاں مری جھنکار نہ کر دے

زنجیر کٹ گئی کہ کوئی دوست کٹ گیا
کچھ تو کہو یہ کیسی صدا آئی دوستو

زنجیر کی صدا تھی نہ موج شمیم زلف
یہ کیا طلسم ان کے مرے فاصلے میں تھا

زندان سے نکلیں بھی تو کہاں جائیں گے اسیر
دیوار سی کھڑی نظر آتی ہے در کے بعد

زندگی اک دوڑ ہے تو سانس پھولے گی ضرور
یا بدل مفہوم اس کا یا پھر فریاد نہ کر

زندگی اتنی پریشان ہے سوچا بھی نہ تھا
اس کے اطراف میں شعلوں کا سمندر دیکھا

زندگی اس کے تصور میں کٹی
دور رہ کو بھی وہی کام آیا

زندگی اک آئینہ ہے جس کا پس منظر ہے رنگ
تو فقط منظر کو دیکھاآزاد !پس منظر نہ دیکھ

زندگی اک دوسرے کو ڈھونڈنے میں کٹ گئی
جستجو میری بھی دشمن تھی عدو اس کی بھی تھی

زندگی آ تجھے قاتل کے حوالے کر دوں
مجھ سے اب خون تمنا نہیں دیکھا جاتا

زندگی آئینہ ہے، آئینہ آرائی ہے
اجنبی بھی ہے وہی جس سے شناسائی ہے

زندگی بھر ساتھ دینے کی قسم کھاؤ نہ
میں نے سایوں کو بھی دیکھا ہے جدا ہوتے ہوئے

زندگی بھر مجھے جلنے کے لئے چھوڑ دیا
سبز پتوں میں یہ کیا آگ لگا دی تو نے

زندگی بھی تو پشیمان ہے یہاں لا کے مجھے
ڈھونڈتی ہے کوئی حیلہ میرے مر جانے کا

زندگی بھی ہے گوارہ کس کو
زندگی بخشش و احسان ہے سہی

زندگی تجھ سے امید وفا کیا رکھوں
جب مجھے چھوڑ گئے دوست پرانے میرے

زندگی تجھ سے ہر اک سانس پہ سمجھوتہ کر لوں
شوق جینے کا ہے مجھ کو مگر اتنا بھی نہیں

زندگی تو اک مسلسل ارتقا کا نام ہے
کل مظفر کیا جئیں گے آج اگر زندہ نہیں

زندگی تیری عطا تھی سو تیرے نام کی ہے
ہم نے جیسے بھی بسر کی تیرا احسان جانا

زندگی تیری عطا ہے تو یہ جانے والا
تیری بخشش تیری دہلیز پہ دھر جائے گا

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس ظلم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

زندگی جس کو تیرا پیار ملا وہ جانے
ہم تو ناکام رہے چاہنے والوں کی طرح

زندگی جن کے تصور سے جلا پاتی ہے
ہائے کیا لوگ تھے جو دام اجل میں آئے

زندگی خواب پریشاں ہے بہار ایک خیال
ان کو ملنے سے بہت پہلے یہ ہی سوچا تھا

زندگی خود لاکھ زہروں کا تھی زہر
زہر غم تجھ سے میرا ہوتا بھی کیا

زندگی سایہ ء دیوار نہیں دار بھی ہے
زیست کے عشق کے آداب سکھاتے جاؤ

زندگی سنگ بنی تھی، تجھے رخصت کرکے
دل نہ دھڑکا تھا تو مرنے میں بھی آسانی تھی

زندگی سے نپٹ رہا ہوں ابھی
موت کیا ہے میری بلا جانے

زندگی شمع کی مانند جلاتا ہوں ندیم
بجھ تو جاؤں گا مگر صبح تو کر جاؤں گا

زندگی شمع کی مانند جلاتا ہوں ندیم
بجھ تو جاؤں گامگر صبح تو کر جاؤں گا

زندگی کا راستہ کاٹا تو تھا عدم
جاگ اٹھے تو چل دیئے، تھک گئے تو سو لیے

زندگی کا کوئی احسان نہیں ہے مجھ پر
میں نے دنیا میں ہر اک سانس کی قیمت دی ہے

زندگی کچھ بھی سہی پھر بھی بڑی دولت ہے
موت سی شے بھی یہاں جنس گراں ہے کہ نہیں

زندگی کو بھی تیرے در سے بھکاری کی طرح
ایک پل کے لیے رکنا ہے، گزر جانا ہے

زندگی کون سے ناکردہ گناہ کی ہے سزا
خود نہیں جانتا کیا اوروں کو بتلاؤں میں

زندگی کی بات سن کر کیا کہیں
اک تمنا تھی تقاضا بن گئی

زندگی کی کوئی محرومی نہیں یاد آئی
جب تک ہم تھے تیرے قرب کی آسائش میں

زندگی کیا کسی مفلس کی قبا ہے جس میں
ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں

زندگی کیا ہے ! طلسمات کی وادی کا سفر
پھر بھی فرصت نہیں ملتی مجھے حیرانی کی

زندگی کے او اس لمحوں میں
بے وفا دوست یاد آتے ہیں

زندگی میں ابھی خوشیاں بھی ہیں رعنائی بھی
زندگی سے ابھی دامن نہ چھڑا مان بھی جا

زندگی نے جس طرف دیکھا نظر آئے سراب
غیر تو پھر غیر تھے اپنوں نے بھی دھوکے دیئے

زندگی ہم تیرے اتنے خطا وار نہ تھے
کہ جسے اپنا بنائیں، وہی بیگانہ بنے

زندگی ہم تیرے داغوں سے رہے شرمندہ
اور تو ہے کہ سدا آئینہ خانے مانگے

زندگی ہم نے اندھیروں میں بسر کی ساجد
اس پہ تہمت ہے کہ سورج کے پرستار ہوئے

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

زندگی یوں تو نہ بانہوں میں چلی آ
غم دوراں کے ذرا ناز اٹھاؤ یارو

زندگی یوں تو ہمیشہ سے پریشان سی تھی
اب تو ہر سانس گراں بار ہوئی جاتی ہے

زندہ جو تیرے ہجر میں ہوں میں تو کیا عجب
کو تو نہیں ہے پاس تیری آرزو تو ہے

زندہ رہ لوں کسی صورت تو بڑی بات ہے یہ
ورنہ جاں سے تو گزرنا کوئی دشوار نہیں

زندہ رہنے کی خواہش سے کتنی پگلی
ڈوبنے والا امیدیں تنکوں سے باندھے

زندہ مجھے کرے گا اچانک تیرا خیال
صحرا میں شرح وہم وگماں کچھ نہ کچھ تو ہے

زہر ہو کر رہ گئی ترکِ محبت کی قسم
اس کا یہ کہنا کہ اچھا ہم اسی قابل سہی

زہے نصیب کہ ہم جب چمن میں آئے ہیں
خزاں نے ہاتھ بڑھایا ہے دوستی کے لئے

زیست اب کس طرح بسر ہو گی
دل نہیں لگ رہا محبت میں

زیست سے تنگ ہوا ہے تو کیوں جیتے ہو
جان پیاری بھی نہیں جان سے جاتے بھی نہیں

زیست وہ جنس گراں ہے کہ فراز
موت کے مول بھی سستی ہے یہاں

زینت حلقہ ء آغوش بنو
دور بیٹھو گے تو چرچا ہو گا

س

س۔(سین) [ع۔ا۔مذکر] اردو کا اٹھارھواں ۔فارسی کا پندرھواں،عربی کا گیارھواں اور ہندی کا بتیسواں (۳۲) حرف ۔حساب ابجد میں اس کے ساٹھ عدد مقرر ہیں۔

سادگی سے ہم نے سمجھا تھا، ہمارا ذکر ہے
تذکرے کچھ اور ہی ان کی بیان میں آئے تھے

سادہ دل چارہ گروں کو نہیں معلوم فراز
بعض اوقات دلاسا بھی بلا ہوتا ہے

سادہ کاغذ کی طرح دل چپ ہے
حاصل رنگ تمنا دیکھو

ساری دنیا ہمیں پہچانتی ہے
کوئی ہم سا بھی نہ تنہا ہوگا

ساغر کسی کی یاد میں جب اشک بار تھے
کتنے حسین دن تھے جہان خراب میں

سامنے جو ہے اسے آنکھ کا دھوکا سمجھو
ان دیاروں کو صدا خواب کی صورت سمجھو

سایہ بھی تیرا تجھ کو کہیں چھوڑ جائے گا
آئی بھی تیرے کام تو تنہائی آئے گی

سب پھول دروازوں میں تھے سب رنگ آوازوں میں تھے
اک شہر دیکھا تھا کبھی اس شہر کی کیا بات تھی

سب رتیں آ کر چلی جاتی ہیں
موسم غم بھی تو ہجرت کرتا ہے

سب گریبان سی رہے ہیں، صحن گل میں بیٹھ کر
کون اب صحرا کو جائے، ہے کہاں چرچا تیرا

سبب ہر ایک مجھ سے پوچھتا ہے میرے رونے کا
الٰہی ساری دنیا کو میں کیسے رازداں کر لوں

سپرد رقص کیا میں نے ہر تمنا کو
لہو کے شور کی اب کوئی انتہا بھی ہے

ستم ہے میری طرف پیار سے نظر نہ کرے
وہ بت کہ جس میں مرے فن نے جان ڈالی ہے

سجاتا رہتا ہوں کاغذ کے پھول پیڑوں پر
میں تتلیوں کو پریشان کرتا رہتا ہوں

سر محفل مجھی سے پردہ کرنا تھا تجھے ظالم
پھر اس پر یہ قیامت غیر کے دامن سے منہ ڈھانپا

سزا کے طور پر ہم کو ملا قفس جالب
بہت شوق تھا ہمیں آشیاں بنانے کا

سکوت! وہ بھی مسلسل سکوت کیا معنی
کہیں یہ تیرا انداز گفتگو تو نہیں

سکون دل کے لئے میں کہاں کہاں نہ گئی
مگر یہ دل کہ سدا اس کی انجمن میں رہا

سکھ تیری میراث تھے تجھ کو ملے
دکھ ہمارے تھے، مقدور ہوگئے

سلگ رہا ہوں خود اپنی ہی آگ میں کب سے
یہ مشغلہ تو میرے درد کی اساس نہ تھا

سلگتے سوچتے ویران موسموں کی طرح
کڑا تھا عہد جوانی ، مگر گزر بھی گیا

سلوٹیں ہیں میرے چہرے پر حیرت کیوں ہے
آزندگی نے مجھے کچھ تم سے زیادہ پہنا

سلوٹیں ہیں میرے چہرے پہ حیرت کیوں
زندگی نے مجھے کچھ تم سے زیادہ پہنا

سمٹ جائیں سبھی جو فاصلے ہیں
اگر دیوار دولت کی گرا دو

سمجھا ہے کون وقت کی رفتار کا مزاج
لمحوں میں کٹ گئیں کئی صدیاں شباب کی

سنا تو تھا مگر اس رمز کو کو سمجھتے نہ تھے
کہ تیری خوش نگہی میں بھی تلخیاں ہوں گی

سنا تھا ٹوٹے ہوئے ساز خوب بجتے ہیں
بڑے خلوص سے دل کا رباب لایا ہوں

سناٹے نے لہرائے وہاں ماتمی پرچم
دن رات کھوے چھلتے تھے جس راہگزر میں

سنبھلنے دے ، مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ دامان خیال یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

سنتا ہوں سرنگوں تھے فرشتے میرے حضور
میں جانے اپنی ذات کے کس مرحلے میں تھا

سنتے رہتے تھے کہ یوں ہوگا وہ ایسا ہوگا
لیکن اس کو تو کسی اور طرح کا دیکھا

سنگ دل جب بھی کوئی یاد آیا
لگ کے دیوار سے رویا کوئی

سنگریزوں میں ڈھل گئے آنسو
لوگ ہنستے رہے دکھانے کو

سنی جو بات کوئی ان سنی تو یاد آیا
وہ دل کہ جس کی کہانی کبھی کہی نہ تھی

سوچ کی دیوار سے لگ کر ہیں غم بیٹھے ہوئے
دل میں بھی نغمہ نہ کوئی گنگناؤ چپ رہو

سوچتا رہتا ہوں آنکھیں بن کر کے رات دن
میں نے دیکھا جو کھلی آنکھوں وہ کیسا خواب تھا

سوچ کا پیڑ جواں ہو کے بنا ایسا رفیق
ذہن کے قد نے اسے اپنے برابر دیکھا

سوچتا ہوں کہ بجھا دوں میں یہ کمرے کا دیا
اپنے سائے کو بھی کیوں ساتھ جگاؤں اپنے
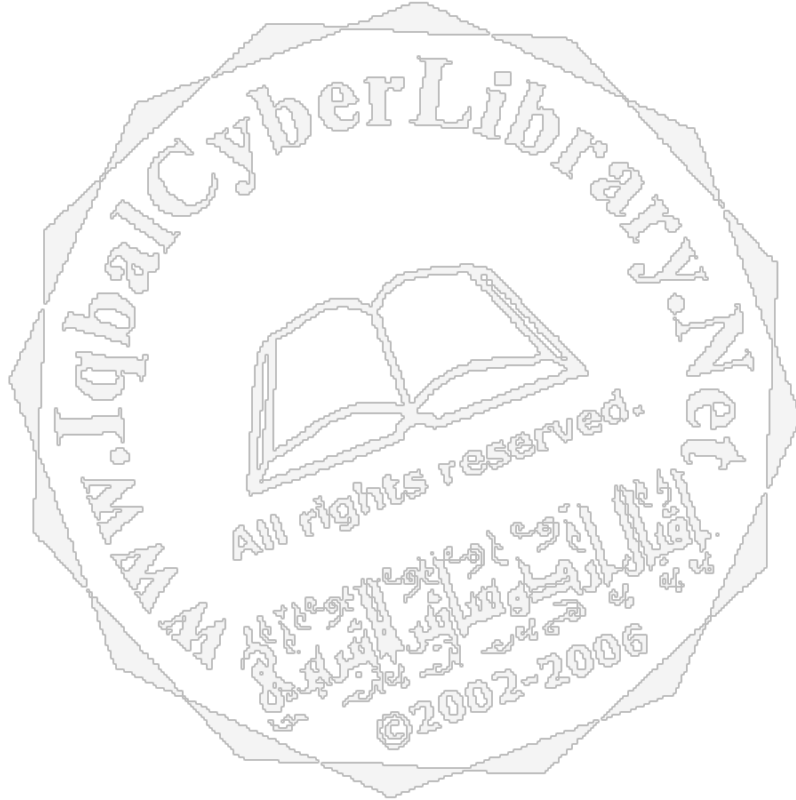
سونی راتوں میں سر بستر خواب راحت
بیٹھا رہتا ہے کسی بات پہ گریاں کوئی

سوئے گلشن جو نہیں تو سوئے صحرا لے چلے
چل پڑا ہوں میں کسی جانب تو رستہ جائے گا

سیر کو آئے، زخم کھا کے چلے
حادثے بھی عجیب ہوتے ہیں

سیر ہے جیسے کوئی ایسے جہاں سے گزرو
دور تک پھیلا ہے اک عرصہ فرقت دیکھو

سینے میں جلن،آنکھوں میں طوفان سا کیوں ہے
اس شہر میں ہر شخص پریشان سا کیوں ہے

ش

ش (شین)[ع۔ مذکر] اردو کا انیسواں ، فارسی کا سولھواں،عربی کا تیرھواں اور ہندی کا تیسواں حرف۔

حساب ابجد میں اس کے تین سو عدد مقرر ہیں۔

شام غم جس سے ملا پہروں وہ یاد آئے گا پھر
ہاں مگر کچھ دن میں وہ چہرہ بھی دھندلا جائے گا

شام کو گھر سے نکل کر نہ پلٹنے والے
در و دیوار سے سائے تیرے رخصت نہ ہوئے

شام وصال خانہ غربت سے روٹھ کر
تم کیا گئے نصیب ہمارے چلے گئے
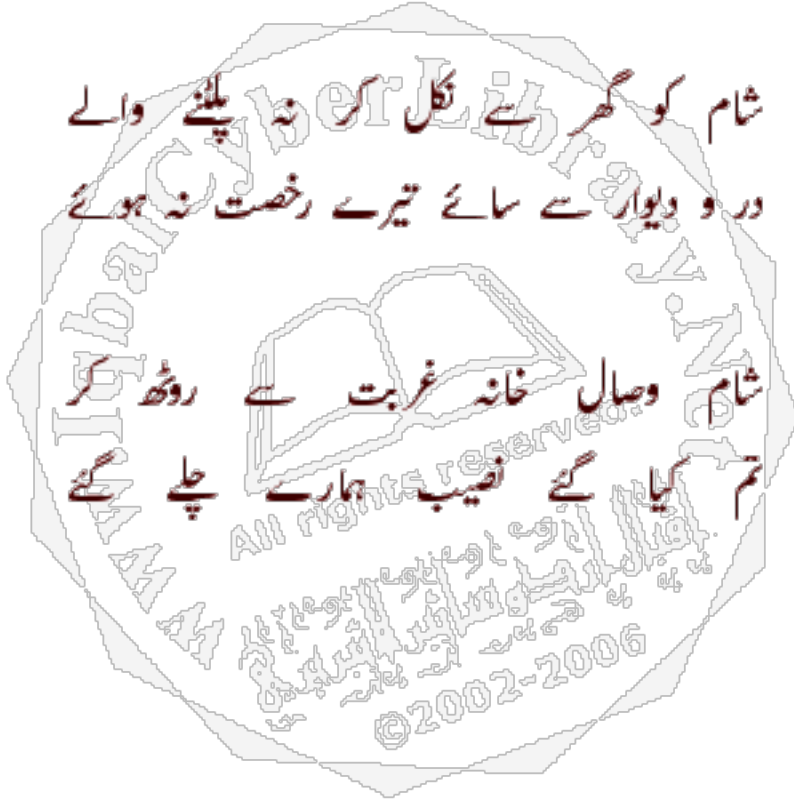
شام ہونے کو ہے اور آنکھ میں اک خواب نہیں
کوئی اس گھر میں نہیں روشنی کرنے والا

شایان جرم عشق نہ تھی قید زندگی
جی شاد ہو گیا رسن و دار دیکھ کر

شاید ان کی دوستی کا اب بھی دم بھرتے ہیں آپ
ٹھوکریں کھا کر تو سنتے ہیں سنبھل جاتے ہیں لوگ

شاید انہیں کا عجز میرے کام آگیا
جن دوستوں نے چھوڑ دیا وقت پر مجھے

شاید تمہارے آنے سے یہ بھید کھل سکے
حیران ہیں کہ آج نئی بات کیا کریں

شاید حضور سے کوئی نسبت ہمیں بھی ہو
آنکھوں میں جھانک کر ہمیں پہچان جائیے

شاید یہ ہی ہے حاصل عمر گریز پا !
پھیلا ہوا دماغ میں ہر سو دھواں سا ہے

شب بھر ہم پر اتنی وصل کی بارش ہو
دن نکلے تو ہم بھی گل تر بن جائیں

شب فرقت میں سلگتی ہوئی یادوں کے سوا
اور کیا رکھا ہے ہم چاہنے والوں کے لیے

شب کو رہنے دو یوں ہی شام وسحر کا پیوند
ڈر کے ظلمات سے بنیاد جدائی نہ رکھو

شب گئے بیمار لوگوں کو جگانا ظلم ہے
آپ ہی مظلوم بنیئے رات باہر کاٹیئے

شب مہتاب بھی اپنی،بھری برسات بھی اپنی
تمہارے دم قدم سے زندگی تھی زندگی اپنی

شب وصال کوئی خواب تو نہ تھی لیکن
وہ میرے ساتھ رہا پھر بھی میں اکیلا تھا

شب ہجر تک کو یہ تشویش ہے
مسافر نے جانے کہاں رات کی

شباب آیا کسی بت پر فدا ہونے کا وقت آیا
مری دنیا میں بندے کے خدا ہونے کا وقت آیا

شبنم کی بوند نے ہنس ہنس کے جان دی
طاہر کرن کرن بھی ترتی نظر پڑی

شبنم کی تراوش سے بھی دکھتا تھا دلِ زار
گھنگھور گھٹاؤں کو برسنے کی پڑی تھی

شبنمی آنکھوں کے جگنو، کانپتے ہونٹوں کے پھول
ایک لمحہ تھا جو آج تک گزرا نہیں

شرابِ سرخ کی موجوں سے مدعا ہوگا
اگر میں خوں بہانے کی بات کرتا ہوں

شعر لوگوں کے بہت یاد ہیں اوروں کے لیے
تو ملے تو میں تجھے شعر سناؤں اپنے

شعلوں کی گفتگو میں، صہبا کے خرام میں
آواز دے رہا ہے کوئی ہمسفر مجھے

شعلہ درد بجھے دیر ہوئی ہے لیکن
وہی تابندگیء دیدہ تر ہے کہ جو تھی

شعلہ فکر پہ سورج کا گماں ہوتا ہے
شعلہ فکر کو محتاج بیاں کون کرے

شکست و ریخت سے ابھریں گے میرے نقش و نگار
میں ایک عکس کی صورت کفِ حساب میں ہوں

شکیل اس درجہ مایوسی شروع عشق میں کیسی
ابھی تو اور ہونا ہے خراب آہستہ آہستہ

شمع دل شمع تمنا نہ جلا، مان بھی جا
تیز آندھی ہے، مخالف ہے ہوا مان بھی جا

شوخ ہو جاتی ہے اب بھی تیری آنکھوں کی چمک
گاہے گاہے ترے دلچسپ جوابوں کی طرح

شور سا ایک ہر اک سمت بپا لگتا ہے
وہ خموشی ہے کہ لمحہ بھی صدا لگتا ہے

شور سا اٹھتا ہے کوئے دل سے شب کے پچھلے پہر
کون رہتا ہے یہاں پر نوحہ گر کھلتا نہیں

شوق جب حد سے گزر جائے تو ہوتا ہے یہی
ورنہ ہم اور کرم یار کی پرواہ نہ کریں

شوق کہتا ہے ہر جسم کو سجدہ کیجیے
آنکھ کہتی ہے تو نے ابھی دیکھا کیا ہے

شہر احساس میں زخموں کے خریدار بہت
ہاتھ میں سنگ اٹھا شیشوں کے بازار بہت

شہر دل کے خواب کی کیا تعبیر کروں
کبھی نیا یہ کبھی پرانا لگتا ہے

شہر کی بے چراغ گلیوں میں
زندگی تجھ کو ڈھونڈتی ہے ابھی

شہرت ! تجھ کو خبر ہے آخر کیا ہوگا انجام ترا
یاد نہیں اک بستی تجھ کو بھول گیا ویرانے تو

شیشے کی طرح وقت کے ہاتھوں میں ہوں ہنوز
کب جانے حادثات کا پتھر پکارے
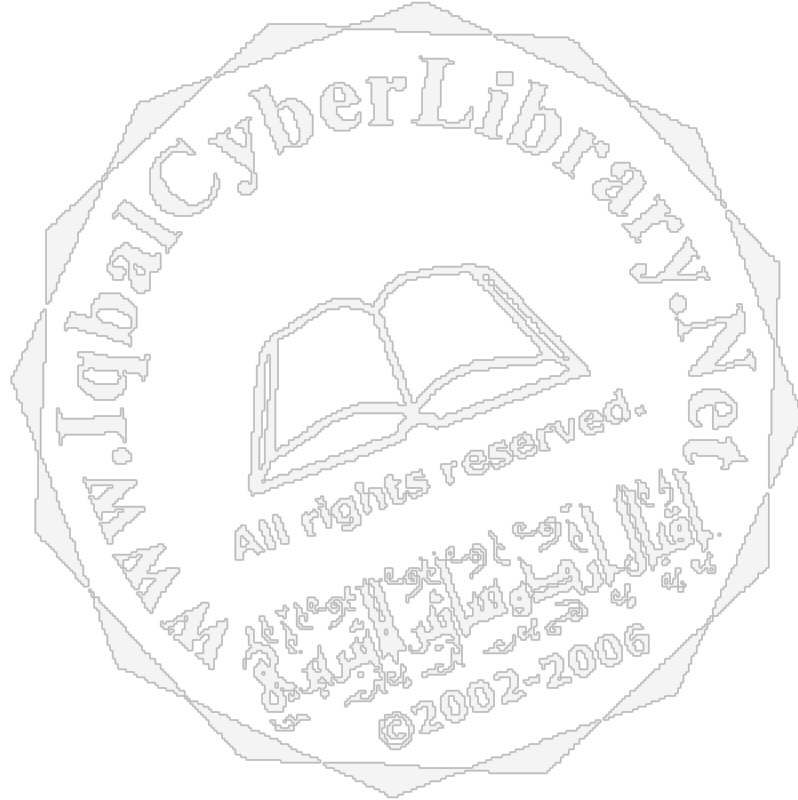
ص

ص (صاد۔صواد) [ع۔ا۔مذکر] اردو کا بیسواں، فارسی کا سترھواں اور عربی کا چودھواں حرف۔ حساب ابجد میں اس کے نوے عدد فرض کیے گیے ہیں۔ اسے صاد مہملہ یا صاد غیر منقوطہ بھی کہتے ہیں۔

صبا ترک محبت کر رہے ہو
محبت سے ضروری کام کیا ہے

صبا تو کیا مجھے دھوپ تک جگا نہ سکی
کہاں کی نیند اتر آئی ہے ان آنکھوں میں

صبا کا نرم سا جھونکا بھی تازیانہ ہوا
یہ وار مجھ پہ ہوا بھی تو غائبانہ ہوا

صبا میں تھا نہ دل آویزئی بہار میں تھا
وہ اک اشارہ کہ اس چشم وضعدار میں تھا

صبا نے پھر در زنداں پہ آ کے دستک دی
سحر قریب ہے دل سے کہو نہ گھبرائے

صبا نے پھر در زنداں پہ آ کے دی دستک
سحر قریب ہے، دل سے کہو نہ گھبرائے

صبا نے فاش کیا راز بوئے گیسوئے یار
یہ جرم اہل تمنا کے سر نہیں آیا

صبح ازل سے شام ابد تک ہے ایک دن
یہ دن تڑپ تڑپ کے بسر کر رہے ہیں ہم

صبح جس روشنی کی خوشبو ہے
میں اسی گل کی چشم تر میں ہوں

صبح دم اپنی اپنی راہ لگے
شمع کے جان نثار پروانے

صبح کے اجالوں میں معتبر حوالوں میں
ذکر بھی نہیں جن کا جسم وجاں میں زندہ ہیں

صبح کے قافلوں سے نبھا نہ سکی
میں اکیلا سواد شب میں چلا

صبر کیوں دلاتے ہو ضبط کیوں سکھاتے ہو
مجھ کو کتنی صدیوں سے یہ سبق ازبر یاد ہیں

صحرا کی طرح رہتے ہوئے تھک گئی آنکھیں
دکھ کہتا ہے اب میں کوئی دریا بھی تو دیکھوں

صحرا کے سر کی مانگ ہے اب تک وہ اک لکیر
حاصل جسے غرور تیری رہگذر کا تھا

صحرا میں اگا ہوں کہ میری چھاؤں کوئی پائے
ہلتا ہوں کہ پتوں کی ہوا لے کوئی آ کر

صحرائے زندگی میں جدھر بھی قدم اٹھیں
رستے میں ایک آرزوں کا چمن پڑے

صحرائے زندگی میں کوئی دوسرا نہ تھا
سنتے رہے ہیں آپ ہی اپنی صدائیں ہم

صحن چمن کو اپنے لہو سے سنوار کر
دست ہوس میں ہم گل تر دیکھتے رہے

صد ہا گہری سوچ میں ڈوبی صدیاں ہم پر صرف ہوئیں
اک دو برس کی بات نہیں، ہم قرنوں میں تعمیر ہوئے

صدا سر پھوڑ کے آئے گی واپس
ہی ہی چابک سہوں آہستہ بولو

صدائیں دیتے ہیں ہر شب جو قریۂ دل سے
یہاں پہ آپ نے اپنا مکاں بھی رکھا ہے

صدمے جھیلوں، جان پہ کھیلوں، اس سے مجھے انکار نہیں
لیکن تیرے پاس وفا کا کوئی بھی معیار نہیں

صدیوں تک اہتمام شب ہجر میں رہے
صدیوں سے انتظار سحر کر رہے ہیں ہم

صدیوں قرنوں میں انسان نے جینے کے طریقے کچھ سیکھے
جینے کے طریقے جب آئے جینے کے ارادے چھوڑ دیئے

صدیوں کے درمیاں ہوں میں بھی تو اک صدی
اک بار مجھ کو اپنا سمجھ کر پکار لے

صدیوں میں بھی جو گزاریں تو نہ گزرے یارو
ہائے وہ لمحہ ہے کہ جس میں کوئی پیارا بچھڑے

صرف اس شوق سے پوچھی ہیں ہزاروں باتیں
میں تیرا حسن، ترے حسن بیاں تک دیکھوں

صرف اس نے نہیں دیا مجھے سوز
اس میں تیرا بھی ہاتھ ہے اے دل

صرف چہرے کی اداسی سے بھر آئے آنسو
دل کا عالم تو ابھی آپ نے دیکھا ہی نہیں

صرف حالات ہی نہ بدلے
حوصلوں میں بھی کچھ کمی سی ہے

صرف خوشبو کی کمی تھی غور کے قابل قتیل
ورنہ گلشن میں کوئی پھول مرجھایا نہ تھا

صرف میرے لیے نہیں رہنا
تم میرے بعد بھی حسین رہنا

صعوبت تو سفر میں لازمی تھی
مگر کچھ ہم سفر اچھے لگے تھے

صلہ تو کچھ نہ ملا بد گمانیوں کے سوا
میں اس کی یاد کے ہاتھوں ہوا تباہ الگ

صلہ ملے نہ ملے،خون دل چھڑکتے چلیں
ہر اک خار ہے دست طلب بڑھائے ہوئے

صلیبوں پر کھنچے جا تے ہیں لیکن
کسی کے ہاتھ میں پر چم نہیں ہے

صندل سے مہکتی ہو ئی پر کیف ہوا کا
جھونکا کوئی ٹکرائے تو لگتا ہے کہ تم ہو

صنم کدہ ہے کہ اک محفل خدا ونداں
بہت خفا ہوا وہ بت جسے خدا نہ کہا

صنم گری جو نہیں سخن وری ہی نہیں
کوئی تو راہ کریں اختیار تیرے بعد

صورت بدلی سیرت بدلی،حرف و حکایت اور ہوئی
اپنی جگہ پر سچا تو بھی کیسے مجھے پہچانے تو

صورت تو بھول بیٹھاہوں آواز یاد ہے
اک عمر اور ذہن گرانی میں آئے گا

صورت ماہ منیر اب کے سر بام آکر
ہم غریبوں کو بھی کچھ رنج عنایت کرنا

صورتیں چھین لے گیا کوئی
اس برس آئینے اکیلے ہیں

صورتیں کیا کیا دل آئینہ گر میں بس گئیں
ہم سے بے صورت بھی تو بزم جہاں میں آئے تھے

صہبائے تند وتیز کی جدت کو کیا خبر
شیشے سے پوچھیے جو مزہ ٹوٹنے میں تھا

صہبا! کے ساتھ ساتھ نہ چل سایہ ضمیر
اے میرے ہم نشین میری فرد عمل نہ لکھ

صیاد نے اجازت فریاد دی تو ہے
میں پھر بھی ڈر رہا ہوں زباں کھولتے ہوئے

ض
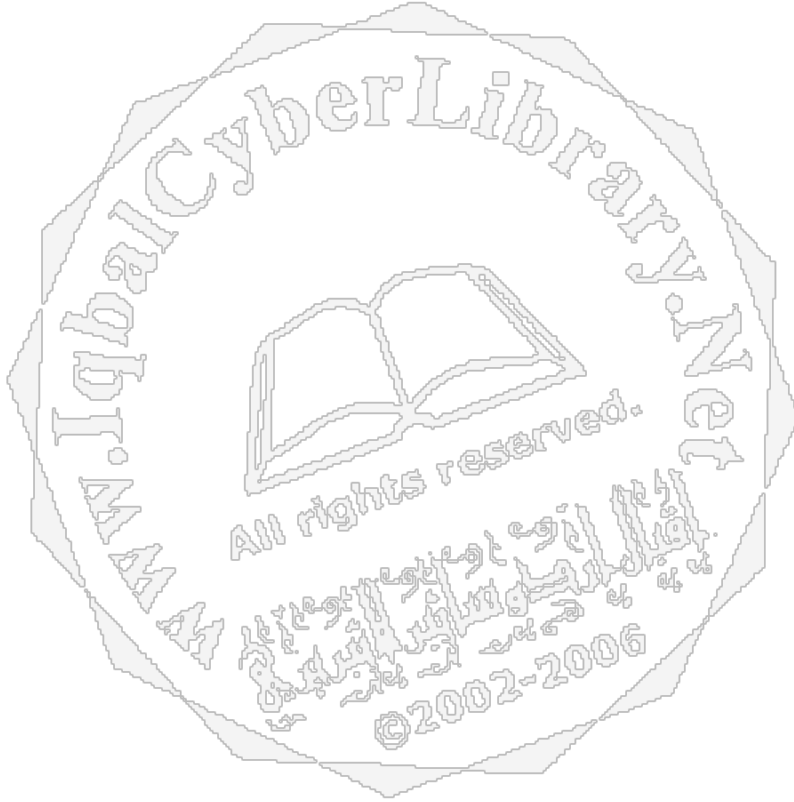
ض (ضاد۔ضواد) [ع۔ا۔مذکر] (ا) اردو کا اکیسواں، فارسی کا اٹھارھواں اور عربی کا پندرھواں حرف۔ حساب ابجد میں اس کے آٹھ سوعدد فرض کیے گئے ہیں۔

ضبط اتنا بھی نہ کر احساس مر جھا جائے گا
سرخ گالوں کا چمکتا رنگ زردا جائے گا

ضبط بھی صبر بھی ،امکان میں سب کچھ ہے مگر
پہلے کم بخت میرا دل تو میرا ہو جائے

ضبط سے نا آشنا ہم، صبر سے بیگانہ ہم
انجمن میں ہیں، شریک قسمت پروانہ ہم

ضبط غم نے اب تو پتھر کر دیا ورنہ فراز
دیکھتا کوئی کہ دل کے زخم جب آنکھوں میں تھے

ضبط کا خوگر ہے دل، ان کی توجہ کم سہی
زندگی میں غم ہیں لاکھوں ایک یہ بھی غم سہی

ضبط کا عہد بھی ہے شوق کا پیماں بھی ہے
عہد و پیماں سے گزر جانے کو جی چاہتا ہے

ضبط کرتا ہوں تو چبھتی ہیں قفس کی تیلیاں
قید بڑھتی ہے جو کہتا ہوں رہائی کے لیے

ضبط کرتے رہیں حال دل مضطر نہ کہیں
یہ بھی ہے پاس وفا تجھ کو ستمگر نہ کہیں

ضبط کرتے ہیں تو ہر زخم لہو دیتا ہے
آہ کرتے ہیں تو اندیشہ رسوائی ہے

ضبط کرنا نہ کبھی ضبط میں وحشت کرنا
اتنا آساں بھی نہیں تجھ سے محبت کرنا

ضبط کرنا ہے تو پھر حد سے گزرنا ہوگا
خون ہو جائے یہ دل آنکھ نہ بھرنے پائے

ضبط کی شہر پناہوں کی میرے مالک خیر
غم کا سیلاب اگر مجھ کو بہانے آئے

ضبط کی منزلیں کہہ کہہ کے یہ طے میں نے کیں
ان کے پہلو میں بھی دل ہے کوئی فولاد نہیں

ضبط گریہ کبھی کرتا ہوں تو فرماتے ہیں
آج کیا بات ہے برسات نہیں ہوتی ہے

ضبط لازم ہے مگر دکھ ہے قیامت کا فراز
ظالم اب کے بھی نہ روئے گا تو مر جائے گا

ضد پہ وہ اپنی آج بھی قائم تو ہے مگر
اگلا سا وہ بیان میں دم خم نہیں رہا

ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہیں
بھولے سے اس نے سینکڑوں وعدے وفا کیے

ضد میں دنیا کی بہر حال ملا کرتے تھے
ورنہ ہم دونوں میں ایسی کوئی الفت بھی نہ تھی

ضد ہے کہ انہیں مان کے سر خیل بہاراں
غنچوں کی طرف سے کوئی پیغام دیا جائے

ضرور کچھ تو ہے اپنی حیات کا مقصد
سنا ہے چیز کوئی دہر میں فضول نہیں

ضروری تو نہیں کہہ دیں لبوں سے داستاں اپنی
زباں اک اور بھی ہوتی ہے اظہار تمنا کے لیے

ضروری کیوں ہے زخم بے وفائی
گزرتی کیوں نہیں تنہا کسی کی

ضروری ہوگئی ہے اب دل کی زینت
مکیں پہچانے جاتے ہیں مکاں سے

ضمیر زندہ نہیں آفتاب حشر سے کم
کہ بچ کے دھوپ سے اب جل رہا ہوں چھاؤں میں
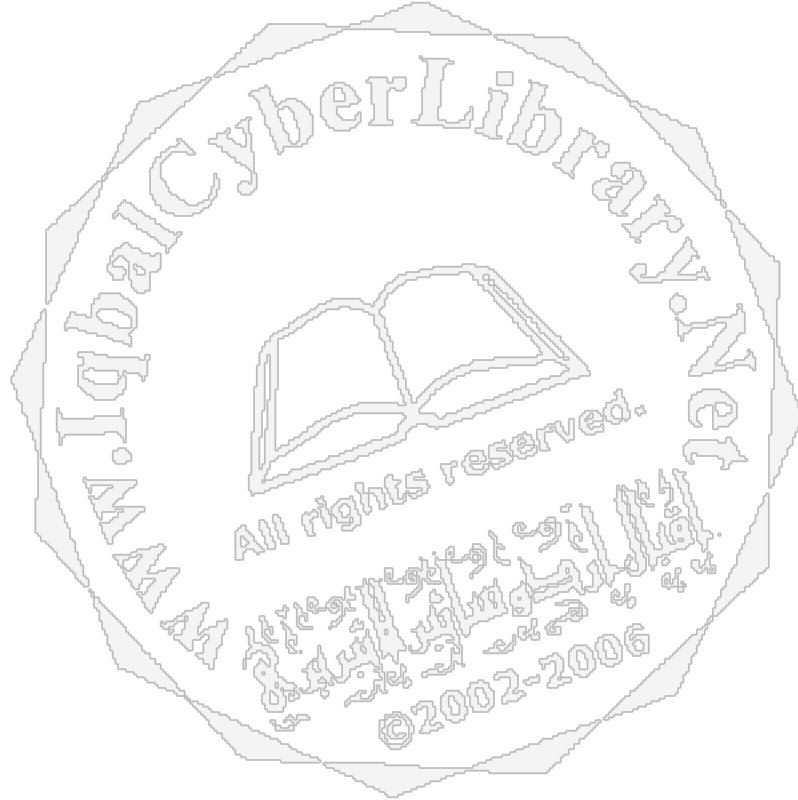
ط

ط (طو۔اے) اردو کا بائیسواں، فارسی کا انیسواں اور عربی کا سولھواں حرف۔ حساب ابجد میں اس کے نو عدد مقرر ہیں۔

طاری ہے تمناؤں پہ سکرات کا عالم
ہر سانس رفاقت کی تمنائی تو اب ہے

طاق شب میں جلے جس قدر جل سکے
کیا ضروری تھا ہم بھی سحر دیکھتے

طبع جنوں سرشت ہی کچھ حیلہ جو نہ تھی
توفیق ضبط تھی کہ مجال رفو نہ تھی

طبع خود دار پہ اک طرفہ ستم ہے محسن
ان کا انداز کرم، غیر کے احساس کے ساتھ

طبیعت اپنی جب گھبراتی ہے سنسان راتوں میں
ہم ایسے میں تیری یادوں کی چادر تان لیتے ہیں

طبیعت رفتہ رفتہ غم کی خوگر ہوتی جاتی ہے
جفا کم کر جفا اب روح پرور ہوتی جاتی ہے

طبیعت عشق کی خوددار بھی ہے
ادھر نازک مزاج یار بھی ہے

طرب زاروں پہ کیا بیتی، صنم خانوں پہ کیا گزری
دل زندہ تیرے مرحوم ارمانوں پہ کیا گزری

طرز ادائیگی کہیں معنی بدل نہ دے
آنکھیں ملا کر بات کرو کان میں نہیں

طرز خرام ایسی کوئی سیکھ لے صبا
شاخوں سے پھول، پھول سے خوشبو جدا نہ ہو

طعنہ زن تھا ہر کوئی ہم پر دل ناداں سمیت
ہم نے چھوڑا شہر رسوائی در جاناں سمیت

طغیان انا ہو کہ سراسیمگی جاں
یا رب تیرا شہ پارہ فن اب بھی وہ ہی ہے

طغیان حوادث کی ہمدم اتنی ہی نوازش کیا کم ہے
کشتی نہ سہی ساحل نہ سہی طوفان تو ہمارے ہوتے ہیں

طلب اس کی ہے جو سرحد امکاں میں نہیں
میری ہر راہ میں حائل ہے بیاباں اپنا

طلب آسودگی کی عرصہ دنیا میں رکھتے ہیں
امید فصل گل ہے اور قدم صحرا میں رکھتے ہیں

طلب صہبائے ہستی کے سوا اب اور کیا ہوگی
جنہیں منہ سے لگا رکھا ہے وہ خالی پیالے ہیں

طلسم رنگ و بو تھا ٹوٹنے تک
ٹھکانہ پھر نہ تھا، گل کا نہ دل کا

طلوع مہر، شگفت سحر، سیاہی شب
تری طلب، تجھے پانے کی آرزو، ترا غم

طلوع ہوگا ابھی کوئی آفتاب ضرور
دھواں اٹھا ہے سر شام پھر چراغوں سے

طور پہ چھیڑا تھا جس نے آپ کو
وہ میری دیوانگی تھی میں نہ تھا

طوعل رات بھی آخر کو ختم ہوتی ہے
شریف ہم نہ اندھیروں سے مات کھائیں گے

طوفان ابروباد سے ہر سو نمی بھی ہے
پیڑوں کے ٹوٹنے کا سماں دیدنی بھی ہے

طوفان الم کیوں مجھے ساحل پہ اتارا
میں شور طلاطم سے ہراساں تو نہیں تھا

طوفان حوادث سے ڈراتا ہے ہمیں کیا
ہم لوگ تو اکثر تہ گرداب رہے ہیں

طوفان کی بات نہیں،طوفان تو آتے جاتے ہیں
تو اک نرم ہوا کا جھونکا، دل کے باغ میں ٹھہرا ہے

طوفان نہیں گزرے کہ بیاباں نہیں گزرے
ہم مرحلہء زیست سے آساں نہیں گزرے

طوفان ہے تو کیا غم، مجھے آواز تو دیجیے
کیا بھول گئے آپ مرے کچے گھڑے وہ

طوفاں کی دشمنی سے نہ بچتے تو خیر تھی
ساحل سے دوستی کے بھرم نے ڈبو دیا

طول راہ حیات سے گھبرا رہا ہوں میں
گھبرا رہا ہوں میں اور چلا جارہا ہوں میں

طینت آدم میں تھی اللہ کیا نشو و نما
اک مٹھی خاک یوں پھیلی کہ دنیا ہوگئی

طے ہو چکا ہے سود و زیاں کا معاملہ
زخم آئیں گے تو لذت پیکاں بھی آئے گی

طے ہو چکا ہے کتنا سفر کچھ خبر نہیں
میں اجنبی ہوں اور پر اسرار راستے
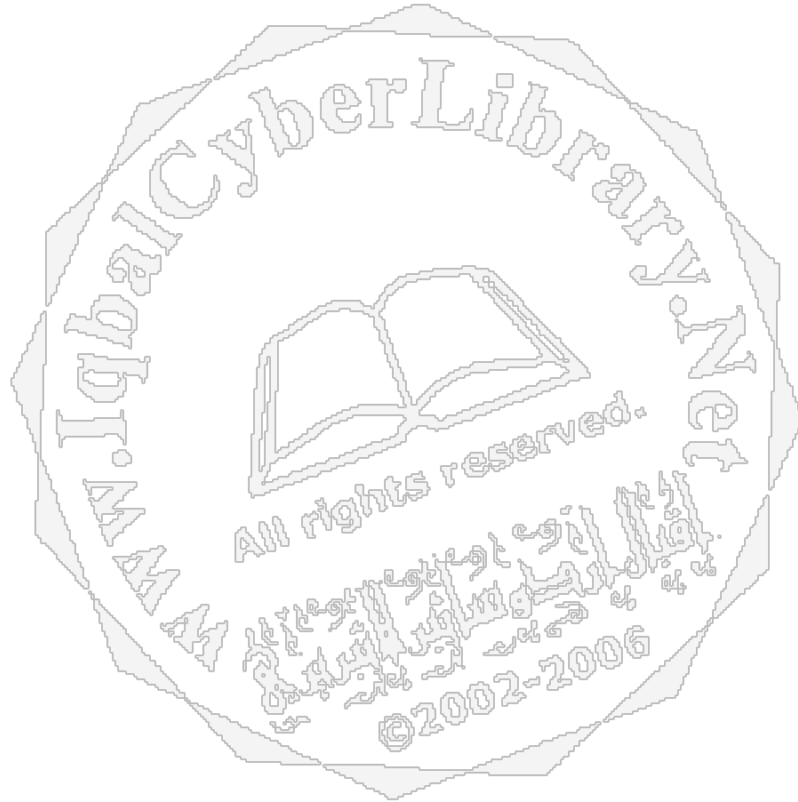
ظ

ظ۔(ظو۔اے)[ع۔ا۔مونث] اردو کا تیسواں، فارسی کا بیسواں اور عربی کا سترھواں حرف۔ حساب ابجد میں اس کے نوسو عدد فرض کیے گئے ہیں۔

ظالم میں کہہ رہا تھا تو اس خو سے در گزر
سودا کا قتل ہے یہ چھپایا نہ جائے گا

ظالم میری اداسی رخ پہ نہ مسکرا
تجھ کو بھی اس مقام پہ آنا ہے ایک دن

ظالم یہ خموشی بے جا ہے، اقرار نہیں، انکار تو ہو
اک آہ نکلے توڑ کے دل، نغمے نہ سہی جھنکار تو ہو

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشہ کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدہ دل واہ کرے کوئی

ظاہر یہ کر رہی ہیں شب غم کی رنجشیں
کوئی چھپا ہوا مری تنہائیوں میں ہے

ظرف ایذا طلبی ہم بھی پرکھ لیں اے گوہر
اس سے اک روز نہ ملنے کا ارادہ بھی تو ہو

ظرف لازم ہے آدمی کے لئے
خواہ صہبا پئے کہ اشک پئے

ظفر اس آدمی کو نہ جانیئے گا ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

ظلم چپ چاپ سہے جاؤ گے آخر کب تک
اے اسیران قفس منہ میں زباں ہے کہ نہیں

ظلم سہنا بھی ہوا ظلم ہی اک حد کے بعد
خامشی بھی تو ہوئی پشت پناہی کی طرح

ظلم سے ہم ڈر گئے یہ تم سے کس نے کہہ دیا
ظلم قانوناً روا ہو جائے تو ہم کیا کریں

ظلم یہ ہے کہ ہے یکتا تیری بیگانہ روی
لطف یہ ہے کہ میں اب تک تجھے اپنا سمجھوں

ظلمت انتشار میں آنکھیں کھلی رکھو
تم جس کو ڈھونڈتے ہو وہ دنیا ہے سامنے

ظہیر اس چشمک اول پہ یوں محسوس ہوتا ہے
بڑی مدت سے ہے جیسے کسی سے دوستی اپنی

ظہیر ان دل زدوں کی عظمتیں دیکھو یہ دیوانے
چراغ عشق روشن وادی صحرا میں رکھتے ہیں
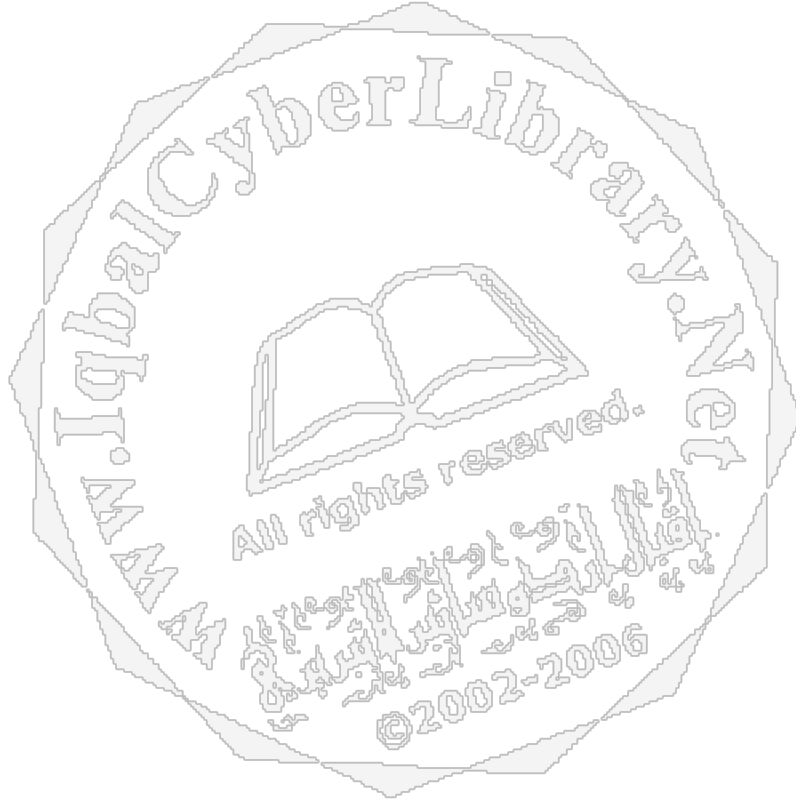
ع

عین [ع۔ا۔مذکر] اردو کا چوبیسواں، فارسی کا اکیسواں اور عربی کا اٹھارھواں حرف۔ حساب ابجد میں اس کے ۷۰ عدد فرض کیے گئے ہیں۔ (۲) رکوع قرآن کا اشارہ (۳) مصرع کی علامت (۴) علیہ السلام کا مخفف (ؑ)

عادت ہی بنالی ہے تم نے تو منیر اپنی
جس شہر میں بھی رہنا اکتائے ہوئے رہنا

عارضوں پر وہ تابشِ پیمانِ وفا
چاندنی رات کے چہرے پہ حیا ہو جیسے

عافیت کوش مسافر جنہیں منزل سمجھیں
عشق کی راہ میں ایسے بھی مقام آتے ہیں

عالم میں جس کی دھوم تھی اس شاہکار پر
دیمک نے جو لکھے کبھی وہ تبصرے بھی دیکھ

عالی جی اب آپ چلو تم اپنے بوجھ اٹھائے
ساتھ بھی دے تو آخر پیارے کوئی کہاں تک جائے

عبادتوں کی شرابیں بھی پی چکا لیکن
سکوں دے نہ سکے تم میرے خداؤ بھی

عجب چیز ہے یہ محبت کی بازی
جو ہارے وہ جیتے، جو جیتے وہ ہارے

عجب رات بستی کا نقشہ لگا
ہر اک نقش اندر سے ٹوٹا لگا

عجب سنجیدگی تھی شہر بھر میں
کہ پاگل بھی کوئی تنہا نہیں تھا

عجب گھڑی تھی لگی چپ بیان کر نہ سکے
نہ جانے کون سا غم درد کی تہوں میں تھا

عجیب بات کہ وہ شخص اجنبی ہی رہا
میں انجمن میں بھی جس کے بغیر تنہا تھا

عجیب سوچ ہے اس شہر کے مکینوں کی
مکاں نئے ہیں مگر کھڑکیاں پرانی ہیں

عجیب لطف سے گزریں یہ دن جو یوں گزریں
کہ تیرے دل میں رہیں اور اپنے گھر میں رہیں

عجیب منزل دلکش عدم کی منزل ہے
مسافران عدم لوٹ کر نہیں آتے

عجیب وحشتیں حصے میں اپنے آئی ہیں
کہ تیرے گھر بھی پہنچ کر سکوں نہ پائیں ہم

عذاب حشر کا کیا ذکر ہم سے اے واعظ
ہم اس بلا کو یہیں آزما کے بیٹھے ہیں

عذار گل کی دہک سے جلا کے ہونٹوں کو
لگی دلوں کی بجھاؤ بہار کے دن ہیں

عرش بریں پہ شان خدا جھومنے لگی
مرد خدا کی عظمت کردار دیکھ کر

عرصہ ہوا وہ زلف پریشاں نہیں دیکھی
مدت ہوئی نظروں سے گلستاں نہیں گزرے

عرض احوال کا دعوٰی تھا جنہیں وہ اکبر
وقت پر صاحب تسلیم و رضا نکلے ہیں

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہیں یہ ٹوٹا ہوا تارہ ماہ کامل نہ بن جائے

عشرت ادا س طاق پر یہ زرد رو چراغ
تنہائیوں میں میری ہے اک غمگسار سا

عشق آوارہ کہاں، قید درو بام کہاں
بے نواؤں کے لیے سایہء دیوار بہت

عشق رسوا تیرے ہر زخم فروزاں کی قسم
میرے سینے میں کئی زخم ہرے اور بھی ہیں

عشق کا ایک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

عشق کا جرم سہل کام نہیں
کہ ہر اک لائق سزا ٹھہرے

عشق کا کھیل بھی ہے دوسرے کھیلوں جیسا
مات کا جن میں نہیں حوصلہ کھیلے کیوں ہے

عشق کرتا ہے تو پھر عشق کی توہین نہ کر
یا تو بے ہوش نہ ہو ہو تو نہ پھر ہوش میں آ

عشق کرنے کے سوا ہم نے کیا ہی کیا ہے
باعث فخر ہے جو وجہ پشیمانی ہے

عشق کو پوچھتا نہیں کوئی
حسن کا احترام ہوتا ہے

عشق کو جرم سمجھتے ہیں زمانے والے
جو یہاں پیار کرے گا وہ سزا پائے گا

عشق کو حسن سے خالی نہ سمجھو
نالہ اہل وفا غور سے سن

عشق کی چوٹ تو لگتی ہے ہر اک کے دل پر
ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

عشق میں جس کے یہ احوال بنا رکھا ہے
اب وہی کہتا ہے اس وضع میں کیا رکھا ہے

عشق میں ذات کیا، انا کیسی
ان مقامات سے گزر جاؤ

عشق میں سر پھوڑنا بھی کیا کہ یہ بے مہر لوگ
جوئے خوں کو نام دے دیتے ہیں جوئے شیر کا

عشق میں منزل آرام بھی تھی
ہم سر کوچہ وحشت ٹھہرے

عشق میں نارسائی بڑی چیز ہے
جس میں منزل ہو وہ رہگزر چھوڑ دے

عشق نے سیکھ ہی لی وقت کی تقسیم کہ اب
وہ مجھے یاد تو آتا ہے مگر کام کے بعد

عشق وہ عرصہ پر خار ہے ہمدم کہ جہاں
زندگی راس نہ آئے تو قضا بھی نہ ملے

عطا بدلے نظر آتے ہیں چہرے
یہ کیسے بے مروت آئینے ہیں

عظمتِ گریہ کو کوتاہ نظر کیا سمجھیں
اشک گر اشک نہ ہوتا تو ستارہ ہوتا

علم نے خیر نہ چاہی کبھی انسانوں کی
ذرے برباد یونہی تو نہیں ویرانوں کے

عمر اتنی تو عطا کر مرے فن کو خالق
مرا دشمن میرے مرنے کی خبر کو ترسے

عمر بھر ایک ہی تصویر رہی آنکھوں میں
کتنے آرام سے گزری تیرے سودائی کی

عمر بھر تجھ کو دیکھنے پر
ذوق نظارہ کم نہیں ہوتا

عمر بھر روئے فقط اس دھن میں
رات بھیگی تو اجالا ہوگا

عمر بھر سب کی نگاہوں میں کھٹکتا ہی رہا
جرم اتنا تھا کہ حق گوئی میرا مسلک رہی

عمر بھر سچ ہی کہا سچ کے سوا کچھ نہ کہا
اجر کیا اس کا ملے گا، یہ نہ سوچا ہم نے

عمر بھر سورج تھا سر پر، دھوپ تھی میرا لباس
اب یہ خواہش ہے گھنی چھاؤں میں ہو مرقد میرا

عمر بھر کا تو نے پیمان وفا باندھا تو کیا
عمر کو بھی تو نہیں ہے پائیداری ہائے ہائے

عمر بھر کی تشنگی جس کی رفاقت میں ملی
ایسی اک شاداب ہستی بھی محبت میں ملی

عمر بھر کی تلخیاں دے کر وہ رخصت ہوگیا
آج کے دن کے سوا روز جزا کوئی نہیں

عمر بھر کی نوا گری کا صلہ
اے خدا کوئی ہمنوا ہی دے

عمر بھر، عمر گریزاں سے نہ میری بن سکی
جو کرے کرتی رہے میں پوچھتا کچھ بھی نہیں

عمر کاٹی ہے گھنی چھاؤں میں زلفوں کی بہت
آؤ اب رنج کی دہلیز پہ سجدے کچھ سال

عمر گزری ہے سجاتے ہوئے بام و در کو
اس تمنا پہ کہ وہ جان بہار آئے گی

عہد خزاں ، بہار کی رت، نام ہیں فقط
کیا بات کہہ گئی ہے نسیم سحر مجھے

عہد رفتہ کے پر اسرار گھنے جنگل میں
پھونک کر سحر ، بنا دیتی ہیں پتھر یادیں

عہد وہ آیا ہے کہ ہر شخص اسی سوچ میں ہے
سچے لوگوں میں میرا نام نہ آئے اب کے

عیسٰی نہ بن کہ اس کا مقدر صلیب ہے
انجیل آگہی کے ورق عمر بھر نہ کھول

عین ممکن ہے چراغوں کو وہ خاطر میں نہ لائے
گھر کا گھر ہم نے اٹھا رہگزر پر رکھا
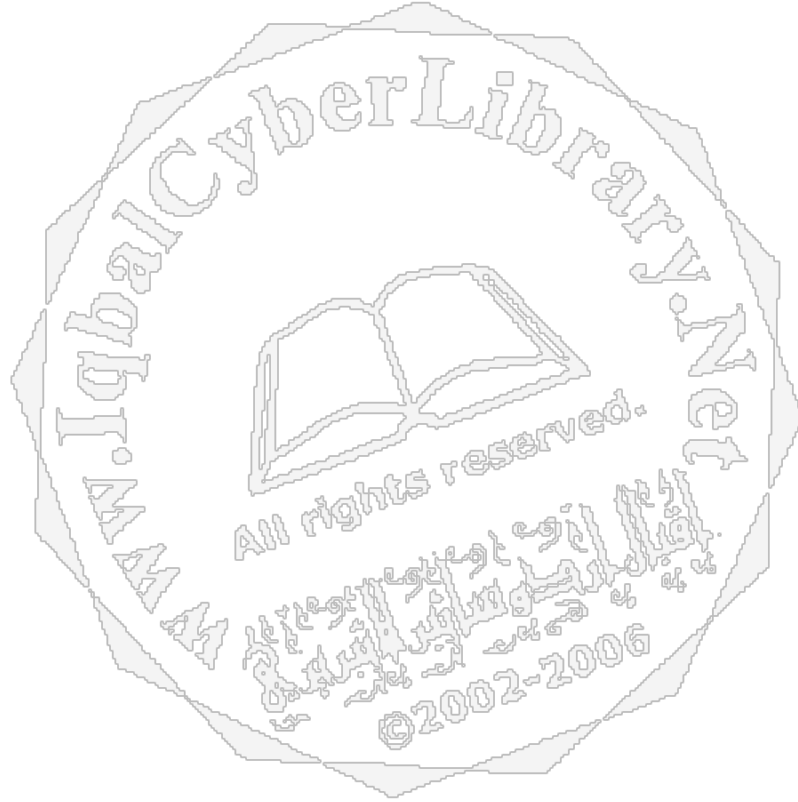
غ

غ(غین)[ع۔ مذکر] اردو کا چھبیسواں ،فارسی کا بائیسواں۔عربی کا انیسواں حرف۔ابجد کے حساب میں اس کے ۱۰۰۰عدد مقرر ہیں۔

غافل تیری آنکھوں کا مقدر ہے اندھیرا
یہ فرش تو راہوں میں بچھانے کے لیے ہے

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہوں روز ابر وشب ماہتاب میں

غبار دل پہ بہت آگیا ہے، دھولیں آج
کھلی فضا میں کہیں دور جاکے رولیں آج

غرق عشرت بن کے جینے سے کہیں بہتر ہے جوش
درس عبرت بن کے مر جانا زمانے کے لیے

غلط کہ کوئی شریک سفر نہیں اسلم
سلگتے عکس ہیں جلتے ہوئے اشارے ہیں

غلط ہو آپ کا وعدہ کوئی خدا نہ کرے
مگر حضور کو عادت ہے بھول جانے کی

غم اپنے ہی اشکوں کا خریدار ہوا ہے
دل اپنی ہی حالت کا تماشائی ہے دیکھو

غم اتنے ہیں اور ایک بھی غم خوار نہیں
جز ذات خدا کوئی بھی غم خوار نہیں

غم بھی مجھے قبول ہے لیکن بقدر شوق
دل کا نصیب درد سہی پے بہ پے تو ہو

غم تو گھنگور گھٹاؤں کی طرح ہوتے ہیں
ضبط کا دشت ہے برسات نہیں ہوتی ہے

غم جدائی میں ایسی کہاں تھی لذت درد
انہیں بھی مجھ سے بچھڑنے کا دکھ ہوا ہوگا

غم جہاں ہو، غم یار ہو کہ تیر ستم
جو آئے آئے، کہ دل کشادہ رکھتے ہیں

غم جہاں بہت اچھا، انہیں بھلا دیں گے
زہے نصیب اگر دل پہ اختیار ہوا

غم جہاں ہو ،رخ یار ہو کہ دست عدو
سلوک جس سے کیا ہم نے عاشقانہ کیا

غم دوراں نے بھی سیکھے غم جاناں کے چلن
وہی سوچی ہوئی چالیں، وہی بے ساختہ پن

غم زمانہ تیری ظلمتیں ہی کیا کم تھیں
کہ بڑھ چلے ان گیسوؤں کے سائے بھی

غم زندگی اک مسلسل عذاب
غم زندگی سے مفر بھی نہیں

غم سے رونق ہوگئی کاشانہ تقدیر میں
مطمئن ہے دل کی دنیا ہر خوشی سے روٹھ کر

غم عاشقی سے کہہ دو رہ عام تک نہ پہنچیں
مجھے خوف ہے یہ تہمت میرے نام تک نہ پہنچے

غم کی تشریح بہت مشکل تھی
اپنی تصویر دکھا دی ہم نے

غم کی سمت آ کے یوں خوش ہوں جیسے یہاں
مل گیا کوئی ساتھی پرانا مجھے

غم کے بھروسے کیا کچھ چھوڑا، کیا اب تم سے بیان کریں
غم بھی راس نہ آیا دل کو اور ہی کچھ سامان کریں

غم کے نازک دور میں آنسو بھی ٹپکا ہے اگر
یوں ہوا محسوس جیسے آنکھ سے پتھر گرا

غم ہائے زندگی سے نہ تھا عمر بھر فراغ
اب کچھ تو زندگی کو سنور جانا چاہیے

غمگساروں کا سہارا کب تک
خود پہ بھی کر کے بھروسہ دیکھو

غمگساری کی طلب تھی یہ محبت تو نہ تھی
درد جب دل میں اٹھا تھا تو چھپاتے اس کو

غموں کی بھیڑ میں امید کا وہ عالم
کہ جیسے ایک سخی ہو کئی گداؤں میں

غنیمت ہے کہ اس دور ہوس میں
ترا ملنا بہت دشوار بھی ہے

غیر کا ذکر ہی کیا،مفت میں الزام نہ دو
دل کی ہر بات میں تم سے بھی کہاں کہتا ہوں

غیر ممکن ہے تیرے گھر کے گلابوں کا شمار
میرے رستے ہوئے زخموں کے حسابوں کی طرح

غیرت عشق کا یہ ایک سہارا نہ گیا
لاکھ مجبور ہوئے ان کو پکارا نہ گیا

غیرت عشق کو قبول نہیں
کہ تجھے بے وفا کہے کوئی
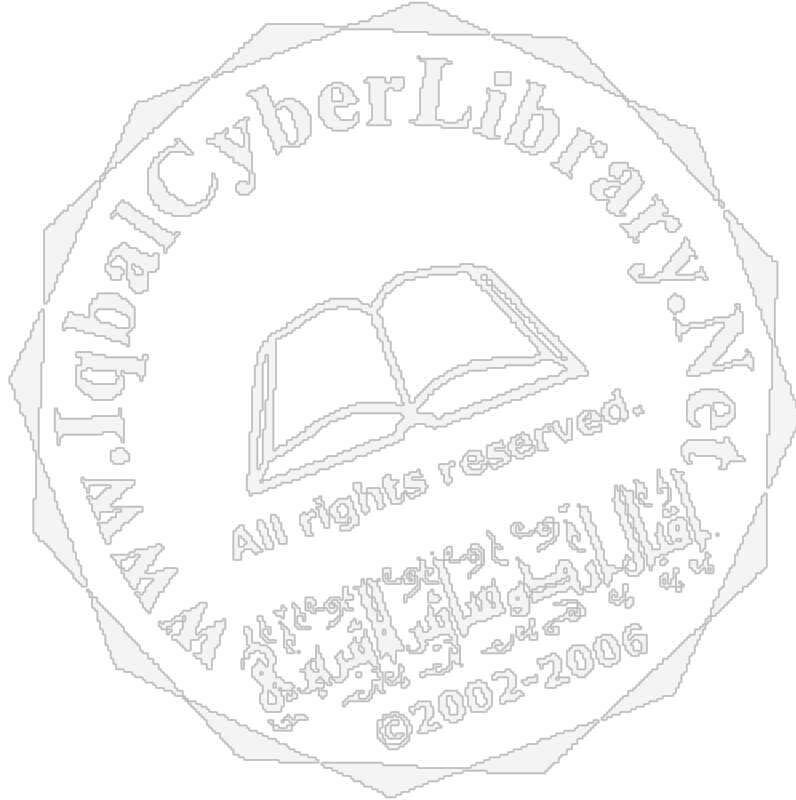
غیروں سے التفات پہ ٹوکا تو یوں کہا
دنیا میں بات بھی نہ کریں کیا کسی سے ہم

غیروں سے کہا تم نے غیروں سے سنا تم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا کچھ ہم سے سنا ہوتا

غیروں کو کیا پڑی ہے کہ رسوا کریں مجھے
ان سازشوں میں ہاتھ کسی آشنا کا ہے

غیور ہو ں کہ اجا رہ پسند ہوں ، کیا ہوں
میں تجھ کو اپنے خدا کے بھی رو برو نہ کروں

فاصلے ایسے بھی ہوں گے یہ کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا میرے اور وہ میرا نہ تھا

ف

ف۔ (فے) [ع۔مونث] اردو کا چھبیسواں ، فارسی کا تیسواں اور عربی کا چوبیسواں حرف۔ حساب ابجد میں اس کے اسی (۸۰) عدد فرض کیے گئے ہیں۔

فرصت شوق نہ دی کرب وفا نے ورنہ
کوئی اعجاز تو ہم نے بھی دکھایا ہوتا

فرصت عشق میسر ہی کہاں
اب کے عشق کا مارا سمجھیں

فراز اس نے وفا کی کہ بے وفائی کی
جوابدہ تو ہمیں ہیں سوال جو بھی ہو

فراز آج شکستہ پڑا ہوں بُت کی طرح
میں دیوتا تھا کبھی ایک دیوداسی کا

فراز تو نے اسے مشکلوں میں ڈال دیا
زمانہ صاحب زر اور صرف شاعر تو!

فراز دل کو نگاہوں سے اختلاف رہا
وگرنہ شہر میں ہم شکل صورتیں تھیں بہت

فراز راحت جاں بھی وہ ہی ہے کیا کیجیے
وہ جس کے ہاتھ سے سینہ فگار اپنا ہے

فراز ! ترک تعلق تو خیر کیا ہوگا
یہ ہی بہت ہے کہ کم کم ملا کرو اس سے

فراز ! کس کے ستم کا گلہ کریں کس سے
کہ بے نیاز ہوئی خلق بھی خدا کی طرح

فرصت کار فقط چار گھڑی ہے یارو
یہ نہ سوچو کہ ابھی عمر پڑی ہے یارو

فرصت موسم نشاط نہ پوچھ
جیسے اک خواب میں دیکھا

فرض برسوں کی عبادت کا ادا ہو جیسے
بت کو یوں پوج رہے ہیں کہ خدا ہو جیسے

فرط خوشی کہوں کہ اسے غم کا نام دوں
آنکھوں میں اشک آگئے جب بھی ملا ہے وہ

فریاد ہی جائز ہے نہ یہ شکوہ ہی روا ہے
دنیائے محبت کا یہ دستور بھی کیا ہے

فریاد کر رہی ہے یہ ترسی ہوئی نگاہ
دیکھے ہوئے کسی کو بہت دن گزر گئے

فریب آرزو کی سہل انگاری نہیں جاتی
ہم اپنے دل کی دھڑکن کو تیری آواز پا سمجھے۔

فریب خورد منزل ہیں ہم کو کیا معلوم
بہ طرز راہبری، راہزن کی بات کرو

فصیل شہر تمنا کی زرد بیلوں پر
ترا جمال کبھی صورت سحاب اترے

فصیلیں دل کی گراتا ہوا جو در آیا
وہ کوئی اور نہ تھا خواہشوں کا لشکر تھا

فضا اداس ہے رت مضمحل ہے میں چپ ہوں
جو ہو سکے تو چلا آ کسی کی خاطر تو

فضا بھی کچھ ساز گار ہے سازشوں کی خاطر
اور اس پہ یاسر کچھ اہل دربار بھی مخالف

فضا کی آنکھ بھر آئی، ہوا کا رنگ اڑا
سکوت شام نے چپکے سے تیرا نام لیا

فضا میں پھیل چلی میری بات کی خوشبو
ابھی تو میں نے ہواؤں سے کہا کچھ بھی نہیں

فضا میں تیر رہی ہوں، صدا کے رنگ میں ہوں
لہو سے پوچھ رہی ہوں یہ کس ترنگ میں ہوں

فضا میں رقص ہے صہبا حسین پرندوں کا
مجھے بھی حسرت پرواز ہے کسی کے ساتھ

فضا میں ہم ہی بناتے ہیں آگ کے منظر
سندروں میں ہی کشتیاں ڈبوتے ہیں

فطرت انسان کو راس آتی نہیں آسودگی
چھوڑ کر ساحل کو طوفان میں اتر جاتے ہیں لوگ

فطرت کی مشیت بھی بڑی چیز ہے لیکن
فطرت کبھی بے بس کا سہارا نہیں ہوتی

فغاں ہے درد ہے،سوز و فراق ،و داغ الم
ابھی تو گھر میں بہت مہربان بیٹھے ہیں

فضائے شہر عقیدوں کی دھند میں ہے اسیر
نکل کے گھر سے اب اہل نظر نہ جائیں کہیں

فقط اک پل کے فراق میں کئی خواب کرچیاں ہو گئے
جو پلٹ کے آئے تو یوں لگا یہاں سلسلہ کوئی اور ہے

فقیہہ شہر نے تہمت لگائی ساغر پر
یہ شخص درد کی دولت کو عام کرتا ہے

فقیر تھا تو چمکتی ہوئی لکیر کا تھا
چلا میں جس پہ وہ رستہ میرے ضمیر کا تھا

فکر سب کو ہے رفو کے لئے سامانوں کی
پوچھتا کوئی نہیں حال گریبانوں کے

فکر معاش عشق بتاں یاد رفتگان
اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا، کیا کرے

فلسفیوں کو اہمیت گراس قدر دی جائے گی
جان پھر کیسے کسی کے نام پر دی جائے گی

فلک تھا جن کی نگاہوں میں منزل یک گام
چمن میں آج وہ روتے ہیں بال و پر کے لئے

فن کو سمجھ لیا گیا محض عطیہ ء فلک
سعی و ریاض کا صلہ خوب دیا گیا مجھے

فہرست محسنوں کی نہایت طویل ہے
مجھ سے میری تباہیوں کی داستاں نہ پوچھ

فی الحال دشمنوں کی ضرورت نہیں ہمیں
کافی ہیں دوستوں کے خصوصی کرم ابھی

فیصلہ موج ہوا نے لکھا
آندھیاں میری بہاریں اس کی

فیض ان کو ہے تقاضائے وفا ہم سے جنہیں
آشنا کے نام سے پیارا ہے بیگانے کا نام

فیض زندہ رہیں وہ ہیں تو سہی
کیا ہوا اگر وفا شعار نہیں!

ق

ق [ع۔ مذکر] اردو کا ستائیسواں، فارسی کا چوبیسواں، عربی کا اکیسواں حرف۔ حساب ابجد میں اس کے ۱۰۰ سو عدد مقرر ہیں۔

قابل بحث تو اعمال ہیں پروانوں کے
شمع معصوم ہے معصوم پہ الزام نہیں

قائم رہی جنوں میں بھی اک وضع احتیاط
دل خون ہوگیا ہے مگر آنکھ نم نہیں

قبائے جسم کے ہر تار سے گزرتا ہوا
کرن کا پیار مجھے آفتاب کر دے گا

قتال جہاں معشوق جو تھے سونے پڑے ہیں مرقد ان کے
یا مرنے والے لاکھوں تھے، یا رونے والا کوئی نہیں

قتل کے وقت تڑپنے پہ روٹھ گیا قاتل
خون دوڑا ہوا جاتا ہے منانے کے لیے

قتیل مجھ کو برا اس نے کہہ دیا بھی تو کیا
یہ ہی بہت ہے مجھے یاد کررہا تھا کوئی

قدم اٹھے تو عجب دل گزار منظر تھا
میں آپ اپنے لیے راستے کا پتھر تھا

قدم قدم پہ اگر رک رہے ہیں دشت ہم
تو کیا کریں کہ تعارف ہے خار خار کے ساتھ

قدم قدم پہ شکستوں کا سامنا ہے مگر
یہ دل وہ شیشہ جاں ہے کہ ٹوٹتا بھی نہیں

قدموں تلے تھے جتنے سمندر سرک گئے!
اب کیا کروں گا دیکھ کے منہ بادبان کا

قریب آشب تنہائی، تجھ سے پیار کریں
تمام دن کی تھکن کا علاج تو ہی سہی

قریب آئے تو گم کردہ راہ دکھائی دیئے
جو دور سے نظر آتے تھے منزلوں کی طرح

قریب دار کٹا دن تو رات کانٹوں
گزار دی ہے کسی نے حیات کانٹوں پر

قریہء جاں سے گزرنا بھی کچھ آسان نہیں
راہ میں جعفری شیشے کے گھر آتے ہیں کئی

قریہء جاں میں کوئی پھول کھلانے آئے
وہ میرے دل پہ نیا زخم لگانے آئے

قصر پرویز میں گم ہوگئی شیریں کی صدا
دامن کوہ میں تیشے کی دھمک باقی ہے

قصور ہو تو ہمارے حساب میں لکھ جائے
محبتوں میں جو احسان ہو تمہارا ہو

قطار شیشہ ہے یا کاروانِ ہم سفراں
خرام جام ہے یا جیسے کائنات چلے

قطرے قطرے سے لہو کے، اسے سر سبز کیا
اور دیوانے اسی شاخ پہ مصلوب ہوئے

قطرے قطرے کو ترستے رہے صحرا فارغ
جھوم کر اٹھے بھی بادل تو وہ برسے آگے

قفس سے چھٹ کے بڑی دیر میں ٹھکانہ ملا
خیال سے بھی کہیں دور آشیانہ ملا

قفس میں آج تماشائے غم ہے قابل دید
تڑپ رہا ہوں میں صیاد کی خوشی کے لیے

قفس میں رہے تا عمر، جن کا
خمیر اٹھا تھا خاک گلستاں سے

قلم چلے تو نئی داستاں ابھرتی ہے
اسی لیے تو زمانہ ہمیں ڈراتا ہے

قناعت نہ کر عالم رنگ و بو پر
چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

قوت غم ہے جو اس طرح سنبھالے ہے مجھے
ورنہ بکھروں کسی لمحے تو سمٹنا مشکل

قیام اوروں کی خاطر اسی جہاں میں رکھو
مگر ضرورتیں اپنی بھی کچھ دھیان میں رکھو

قیام کرتا نہیں دل میں چار دن کوئی
مکین خانہء بے در بدلتے رہتے ہیں

قید اندیشہ آئندہ ہوئی جاتی ہے
زندگی خوف سے وابستہ ہوئی جاتی ہے

قید حیات وبند غم اصل میں دونو ں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

قید میرے جسم کے اندر کوئی وحشی نہ ہو
سانس لیتا ہوں تو آتی ہے صدا زنجیر کی

قیس صاحب کا تو اس غم میں عجب حال ہوا
اپنے رستے میں نہ پڑتا ہو بیاباں کوئی
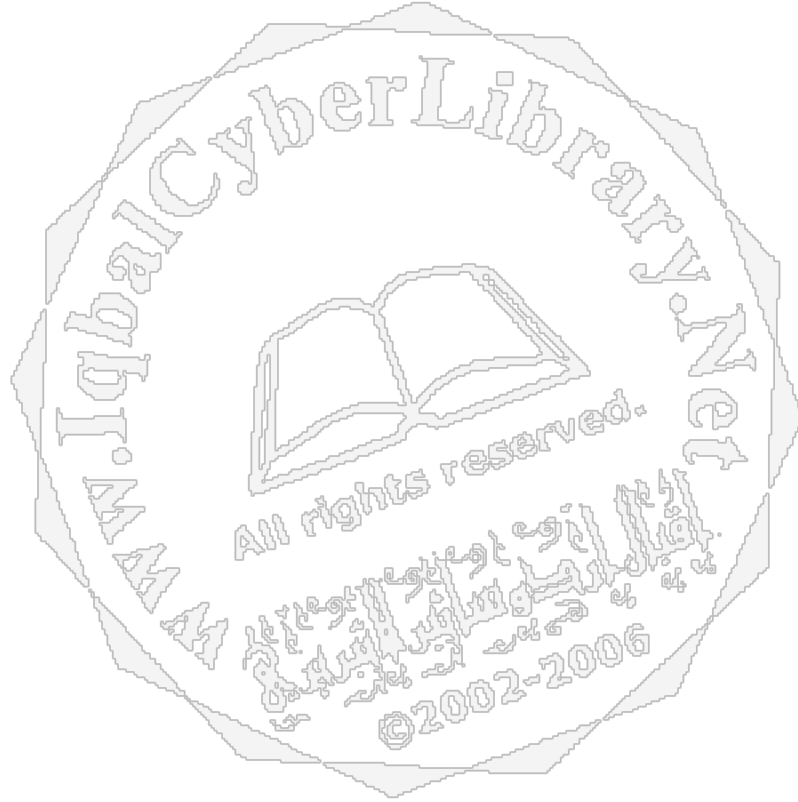
ک

ک۔(کاف)[ع۔ا۔مذکر] اردو کا اٹھائیسواں فارسی کا چھبیسواں۔عربی کا بائیسواں اور ہندی کا پہلا حرف۔ابجد میں اس کے بیس عدد فرض کیے گئے ہیں۔

کافی پیتے پیتے سردی چونک پڑی
کمرے میں یہ دل گھبرایا آخر کیوں

کام ایسا کوئی مشکل تو نہیں ہے خاور
مگر اک دست حنا رنگ پہ بیعت کرنا

کانپ اٹھتی ہوں میں یہ سوچ کے تنہائی میں
میرے چہرے پہ تیرا نام نہ پڑھ لے کوئی
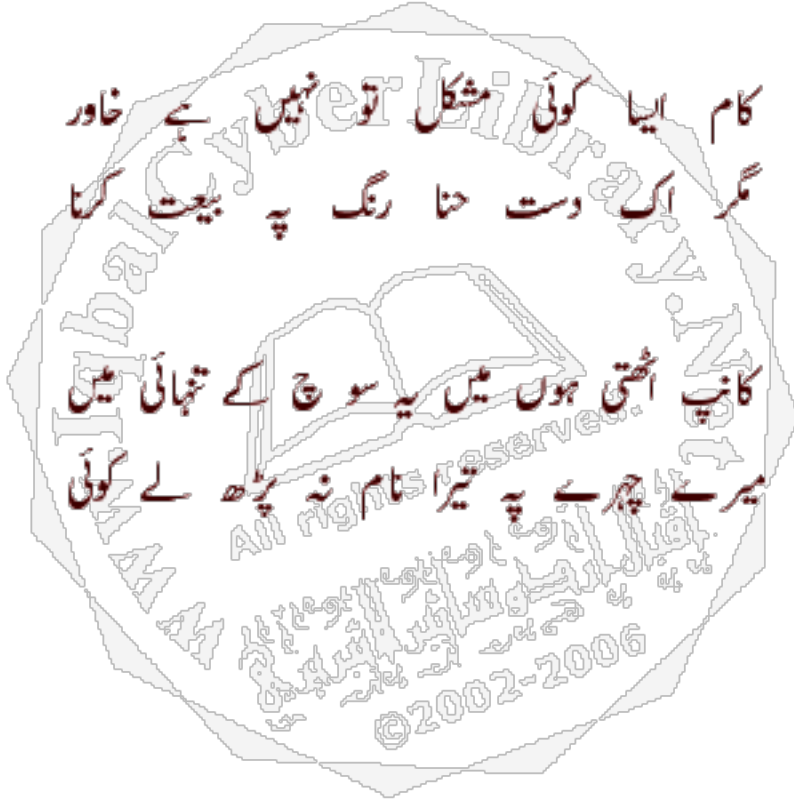
کانوں میں بڑی دیر تلک گونج رہے گی
خاموش چٹانوں سے کبھی بول کے دیکھو

کب نکلتا ہے کوئی دل میں اتر جانے کے بعد
اس گلی کے دوسری جانب کوئی رستہ نہیں

کبھی کبھار اسے دیکھ لیں کہیں مل لیں
یہ کب کہا تھا کہ وہ خوش بدن ہمارا ہو

کبھی کبھی تو یوں ہوا ہے اس ریاض دہر میں
کہ ایک پھول گلستان کی آبرو بچا گیا

کبھی کوئی ترے وعدوں کا تذکرہ چھیڑے
تو کیا کہوں کہ کوئی نامہ بر نہیں آیا

کبھی ملو تو سہی دور کے مکینوں سے
کہ دل کے شہر بھی گرد ، و نواح رکھتے ہیں

کتنا آسان ہے تائید کی خو کرلینا
کتنا دشوار ہے اپنی کوئی رائے رکھنا

کتنا خوش ہوں درو دیوار کی ویرانی سے
اس کا مطلب ہے ، یہاں سے میرا گھر دور نہیں

کتنا ساکت نظر آتا ہے ہواؤں کا بدن
شاخ پر پھول بھی پتھرایا ہوا لگتا ہے

کتنے مجبور ہوگئے ہوں گے
ان کہی بات منہ پہ لانے کو

کچھ اور بھی ہیں کام ہمیں اے غمِ جاناں
کب تک کوئی الجھی ہوئی زلفوں کو سنوارے

کچھ ایسے دوست بھی میری نگاہ میں ہیں قتیل
کہ مجھ کو باز رکھیں جس سے خود اسی پہ مریں

کچھ برے تھے کچھ بھلے تھے خار کچھ، گلزار کچھ
ہر کوئی انسان تھا، آخر فرشتہ کون تھا

کچھ تمہاری نگاہ کافر تھی
کچھ مجھے بھی خراب ہونا تھا

کچھ خواب تھے جو ایک سے چہرے کا عکس تھے
کچھ شعبدے بھی اس کی مسیحائیوں کے تھے

کچھ دن تو بسو میری آنکھوں میں
پھر خواب اگر ہو جاؤ تو کیا!

کچھ راس آچلی ہے مجھے وحشت ہوس
کچھ اس کے جنگلوں کی ہوا مہربان بھی ہے

کچھ مجھے بھی سیدھے سادھے راستوں سے بیر ہے
کچھ بھٹک جانے کے باعث جستجو اس کی بھی تھی

کدھر کو لے کے چلے گفتگو کے موڑ مجھے
میں ترے قرب میں بھی فاصلوں سے ڈرتا ہوں

کر رہا ہوں تلاش اپنوں کی
جب سے گم ہوگئے ہیں بیگانے

کرتے رہا جو روز مجھے اس سے بد گمان
وہ شخص بھی اب اس کا تمنا ئی بن گیا

کرو کج جبیں پہ سر کفن مرے قاتلوں کو گماں نہ ہو
کہ غرور عشق کا بانکپن پس مرگ ہم نے بھلا دیا

کرے گا کون تری بے وفایوں کا گلہ
یہ ہی ہے رسم زمانہ تو ہم بھی اب کے گئے

کس توقع پہ کسی کو دیکھیں
کوئی تم سے بھی حسین کیا ہوگا

کس لیے کیجیے کسی گم گشتہ جنت کی تلاش
جب کہ مٹی کے کھلونوں سے بہل جاتے ہیں لوگ

کسی سے عشق کے بارے میں گفتگو کیا ہو
کہ لوگ دل نہیں رکھتے صلاح رکھتے ہیں

کسی کو تو مشرف کردے اے ذوق جبیں سائی
تقاضا کر رہے ہیں کعبہ و بت خانہ برسوں سے

کسے پکارے کوئی آہٹوں کے صحرا میں
یہاں کبھی کوئی چہرہ نظر تو آیا نہیں

کشتی تڑپ کے حلقہ طوفان میں رہ گئی
دیکھو تو کتنی دور کنارے چلے گئے

کشتیاں ٹوٹ گئی ہیں ساری
اب لیے پھرتا ہے دریا ہم کو

کل ان کے بھی خیال کو میں نے جھٹک دیا
حد ہوگئی ہے میرے بھی صبر و قرار کی

کل رات بھی وعدے کا ترے دل کو یقیں تھا
کل رات بھی لیکن میری رو رو کے کٹی ہے

کم نہیں ہیں جب کہ شہروں میں بھی کچھ ویرانیاں
کس توقع پر کوئی جائے گا اب صحراؤں میں

کو ن چاہے گا تمھیں میری طرح
اب کسی سے نہ تم محبت کر نا

کوئی آہٹ ،کوئی آواز ، کو ئی چا پ نہیں
دل کی گلیاں بڑی سنسان ہیں ،آئے کوئی

کون سمجھے کہ بے غرض جذبے
کتنے اوچھے ہیں اپنی فطرت میں

کون ہے کس نے پکارا ہے صدا کیسے ہوئی
یہ کرن تاریکی شب سے رہا کیسے ہوئی

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

کوئی شریک غم نہیں اب تری یاد کے سوا
کوئی انیس دل نہیں اب تیرے نام کے سوا

کوئی صورت بھی رہائی کی نہیں رہنے دی
ایسی دیوار پہ دیوار بنا دی تو نے

کوئی قدم نہ اٹھے سوئے منزل مقصود
دعا کرو کہ ہر اک راہ پر خطر ہو جائے

کوئی لیتا ہے تیرا نام تو رک جاتا ہوں
اب تیرا ذکر بھی صدیوں کا سفر لگتا ہے

کہاں یہ عشق کا عالم کہاں وہ حسن تمام
یہ سوچتا ہوں کہ میں اپنے رو برو تو نہیں

کہتے ہیں جس کو یاد وہ عادت ہے ذہن کی
قصداگر نہ آئی تو بھولے سے آئے گی

کہیں یہ اپنی محبت کی انتہا تو نہیں
بہت دنوں سے تیری یاد بھی نہیں آئی

کہیں یہ ترک محبت کی ابتدا تو نہیں
وہ مجھ کو یاد کبھی اس قدر نہیں آئے

کھل کے رو لوں تو ذرا جی سنبھلے
مسکرانا ہی مسرت تو نہیں

کھیل تو نہیں یا رو راستے کی تنہائی
کوئی ہم کو دکھلائے چل کے دو قدم تنہا

کھینچ لیں خود ہی لکیریں ہم نے اپنے ہاتھ پر
کس کو فرصت تھی کہ ہاتھوں کا مقدر دیکھتے

کیا بتاؤں کس طرح اب کٹ رہی زندگی
میری ہر ہر سانس اک تلوار ہے تیرے بغیر

کیا جانیے کیا بات ہے،اب دشت کی نسبت
دل شہر کے سکوت سے ڈرتا ہے زیادہ

کیا جانے کس ادا سے لیا تو نے میرا نام
دنیا سمجھ رہی ہے کہ سب کچھ ترا ہوں میں

کیا کیا روگ لگے ہیں دل کو کیا کیا ان کے بھید
ہم سب کو سمجھانے والے کون ہمیں سمجھائے

کیا گلہ تجھ سے کہ آشوب جہاں ایسا ہے
میں بھی اے یار تیری یاد سے غافل ٹھہرا

کیا لوگ تھے کہ جان سے بڑھ کر عزیز تھے
اب دل سے محو نام بھی اکثر کے ہوگئے

کیا ہے پرسش احوال زخم نے رسوا !
یہ چاک اور نمایاں ہوا رفو ہو کر

کیسی رت آئی ،ہوا چلتی ہے جی ڈولتا ہے
اب تو ہنسنا بھی تڑپنے کا بہانہ ہوگا !

کیسے رہا کرے گا اب اپنے اسیر کو
زنجیر تیری یاد ہے زنداں تیرا خیال

کیوں جان پہ بن آئی ہے ،بگڑا ہے اگر وہ
اس کی تو یہ عادت ہے کہ ہواؤں سے لڑے وہ

کیوں اڑاتی پھر رہی ہے در بدر مجھ کو ہوا
میں اگر اک شاخ سے ٹوٹا ہوا پتا نہیں

کیوں ہاتھ میں تیرے، مجھے پتھر نظر آیا
دیوانہ اگر تھا میں تو دنیا کے لیے تھا

کیوں ہمارے سانس بھی ہوتے ہیں لوگوں پر گراں
ہم بھی تو اک عمر لے کر اس جہاں میں آئے تھے

کیے ہیں سب کو عطا اس نے عہدہ ومنصب
مجھے بھی سینہ خراشی کے کام پر رکھا!

کھل رہی ہے گوشہ گوشہ مجھ پہ چشم التفات
وہ یہیں پتھر کا ہو جائے تو کیا اچھا لگے

گ

گ (گاف) [مذکر] اردو کا اٹھیسواں، فارسی کا چھبیسواں اور ہندی کا تیسرا حرف ۔ حساب ابجد میں اس کے بھی بیس عدد فرض کیے گئے ہیں۔

گاہے گاہے پیار کی بھی اک نظر
ہم سے روٹھے ہی رہو، ایسا بھی کیا
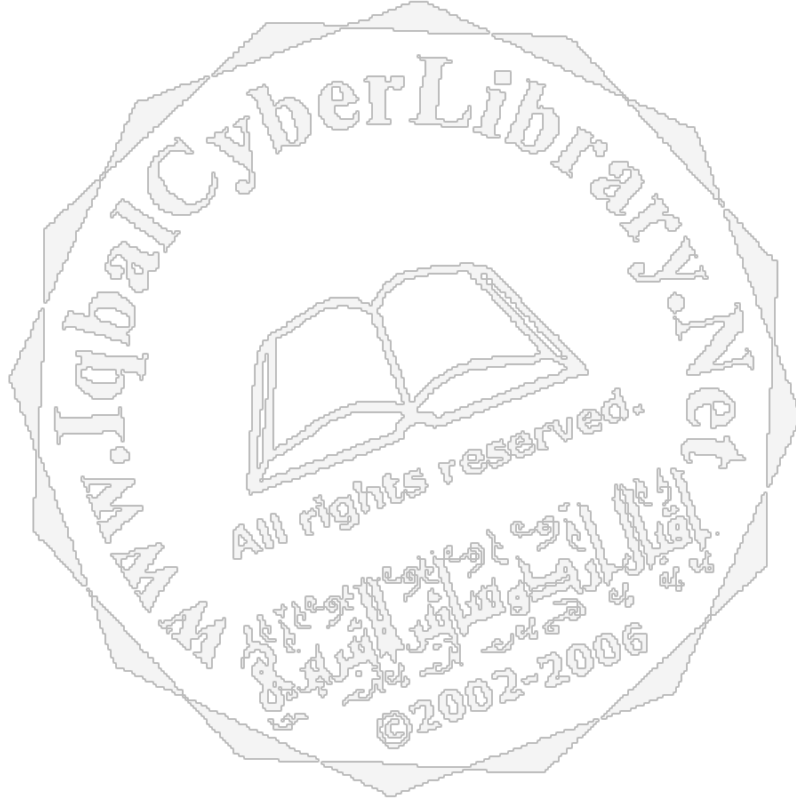
گاہے گاہے کوئی زنجیر چھنک اٹھتی ہے
ورنہ اخبار ہیں خاموش رسالے چپ ہیں

گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا ہارے بھی تو بازی مات نہیں

گر پڑا تو آخری زینے کو چھو کر کس لیے
آ گیا پھر آسمانوں سے زمیں پر کس لیے

گر چاہتے ہو خوش رہیں کچھ بندگان خاص
جتنے صنم ہیں ان کو خدا کہہ لیا کرو

گر دے گیا دغا ہمیں طوفان بھی قتیل
ساحل پہ کشتیوں کو ڈبویا کریں گے ہم

گر مئے نہیں تو زہر ہی لاؤ کہ اس طرح
شاید کوئی نجات کا رستہ دکھائی دے

گر ہو سکے تو دوستی ہر ایک سے کریں
لیکن کبھی کسی سے عداوت نہ کیجیے

گراں ہے جنس وفا اور مشتری نایاب
ہزار بار لٹا ہوں کہ دل غنی ہے بہت

گردش دوراں ،زمانے کی نظر آنکھوں کی نیند
کتنے دشمن ایک رسم دوستی سے ہوگئے

گردش وقت بھی آگے مجھے لے جا نہ سکی
تم جہاں چھوڑ گئے تھے میں وہیں ہوں اب تک

گرفتہ دل تھے مگر حوصلہ نہ ہارا تھا
گرفتہ دل ہیں مگر حوصلے بھی اب کے گئے

گرفتہ دل ہیں بہت آج تیرے دیوانے
خدا کرے کوئی تیرے سوا نہ پہچانے!

گرمئ محفل فقط اک نعرہ مستانہ ہے
اور وہ خوش ہیں کہ اس محفل سے دیوانے گئے

گریز عشق سے لازم سہی، مگر رفعت
جو دل ہی بات نہ مانے تو کیا کیا جائے

گریہ گر یہ روکا نہ گیا پلکوں سے
راستہ کاٹ کے دریا نکلا

گزاری اس طرح عمر محبت ہم نے دھوکے میں
وہ مجھ کو باوفا سمجھے ،میں ان کو باوفا سمجھا

گزر چکی ہیں جو احسان ان کی محفل میں
انہی اقرار کی گھڑیوں نے بے قرار کیا

گزر رہا ہوں قدم رکھ کے اپنی آنکھوں پر
گئے دنوں کی طرف مڑ کے دیکھتا بھی نہیں

گزر رہا ہے جو لمحہ اسے امر کر لیں
میں اپنے خون سے لکھتا ہوں تم گواہی دو

گزر رہے ہیں عجب مرحلوں سے دیدہ و دل
سحر کی آس تو ہے ،زندگی کی آس نہیں

گزر گیا جو زمانہ اسے بھلا ہی دو
جو نقش بن نہیں سکتا اسے مٹا ہی دو

گزرا ہوں جس طرف سے بھی پتھر لگے مجھے
ایسے بھی کیا تھے لعل و جواہر لگے مجھے

گزرنا ہے جسے صحرا سے ہو کر
میں اس دریا کے دکھ سے آشنا ہوں۔

گزری ہے مری عمر سرابوں کے سفر میں
اے ریگ رواں اب کسی چشمے کا پتا دے

گزرے گی زندگی کی سیاہ رات کس طرح
دل کا چراغ گل ہوا جاتا ہے شام سے

گزرے ہیں تیرے بعد بھی کچھ لوگ ادھر سے
لیکن تیری خوشبو نہ گئی راہ گزر سے

گزرے ہیں وہ لمحے کہ سدا یاد رہیں گے
دیکھا ہے وہ عالم کہ فراموش نہ ہوگا

گل چیں وہ کلی کیا تجھے شاداب کرے گی
آغاز بہاراں میں جو مرجھائی ہوئی ہے

گل کر نہ دے چراغ وفا ہجر کی ہوا
طول شب الم مجھے پتھر نہ بنا دے

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نبھاہ کیے جا رہا ہوں

گلشن سے دور دور، بہاروں سے دور دور
جینا پڑا تمام سہاروں سے دور دور

گلشن، گلشن، محفل، محفل ایک ہی قصہ ایک ہی بات
ظلم دنیا جابر دنیا، جانے یہ کب بدلے گی

گلوں میں رنگ بھرے باد نو بہار چلے
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے

گلہ نہ کر دل ویراں کی ناسپاسی کا
ترا کرم ہی سبب بن گیا اداسی کا

گلی کے موڑ پہ دیکھا اسے تو کیسی خوشی
کسی کے واسطے ہوگا رکا ہوا وہ بھی

گلے آپس میں جب ملتے ہیں دو بچھڑے ہوئے ساتھی
عدم ہم بے سہاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

گم سم سی راہگذر تھی، کنارہ ندی کا تھا
پانی میں چاند چاند میں چہرہ کسی کا تھا

گم سم ہوا آواز کا دریا تھا جو اک شخص
پتھر بھی نہیں اب وہ ستارہ تھا جو اک شخص

گم ہو چلے ہو تم تو بہت خود میں اے منیر
دنیا کو کچھ تو اپنا پتا دینا چاہیے !

گماں نہ کر مجھے جرات سوال نہیں
فقط یہ ڈر ہے، تجھے لاجواب کر دوں گا

گو سب حسرتیں جو خوں ہوئی ہیں تن کے مقتل میں
میرے قاتل حساب خوں بہا ایسے نہیں ہوتا

گو اس میں بھی سکون کی صورت محال ہے
اس دل سے ان کی یاد بھلا کر تو دیکھ لوں

گو ترک تعلق تھا مگر جاں پہ بنی تھی
مرتے جو تجھے یاد نہ کرتے کوئی دن اور

گو دکھی دل کو بہت ہم نے بچایا پھر بھی
جس جگہ زخم ہو واں چوٹ سدا لگتی ہے

گو ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
لیکن اتنا تو ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے

گو رنج بھی بتوں نے دیے ہیں کبھی کبھی
یارب تیرا جہاں کوئی اتنا برا نہ تھا

گو ! میں رہا رہن ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

گوش دل سے سنو تو سن لو گے
خامشی میں صدائیں کیا کیا ہیں

گئی رتوں سے میرے نیم وا دریچوں میں
ٹھہر گیا ہے میرے انتظار کا موسم

گئے دنوں کے تعاقب میں تتلیوں کی طرح
تیرے خیال کے ہمراہ کر رہی ہوں سفر

گئے موسم میں جو کھلتے تھے گلابوں کی طرح
دل پہ اتریں گے وہ ہی خواب عذابوں کی طرح

گہرائی سمندر کی طلب کرتا ہے مجھ سے
لہروں سے مگر بات بھی کرنے نہیں دیتا

گہوارہ ء سفر میں کھلی ہے ہماری آنکھ
تعمیر اپنے گھر کی ہوئی سنگ میل سے

گھبرا کے تیرا غم بھی ہمیں چھوڑ نہ جائے
اس راہ میں بن جاتے ہیں اپنے بھی پرائے

گھر سے اس کا بھی نکلنا ہو گیا آخر محال
میری رسوائی سے شہرت کو بکو اس کی بھی تھی

گھر سے نکل کھڑے ہوئے پھر پوچھنا ہی کیا
منزل کہاں سے پاس پڑے گی کہاں سے دور

گھر کا دروازہ کھلا رکھا ہے
وقت مل جائے تو زحمت کرنا

گھر کا دروازہ کھلا رکھا ہے
وقت مل جائے تو زحمت کرنا

گھر کبھی اجڑا نہیں ،گھر کا شجرہ ہے گواہ
ہم گئے تو آکے کوئی دوسرا رہ جائے گا

گھر کو یوں دیکھ رہے ہیں جیسے
آج ہی گھر نظر آیا ہم کو

گھر میں یہ مانوس سی خوشبو کہاں سے آگئی
اس خرابے میں اگر آیا گیا کوئی نہیں

گھر والو کو غفلت پہ سبھی کوس رہے ہیں
چوروں کو مگر کوئی ملامت نہیں کر تا

گھرے سمندروں سے شکایت نہیں کوئی
دل جس میں ڈوبتا ہے وہ گرداب اور ہے

گھڑی پہلی محبت کی عجب تھی
ابھی تک یاد کے در پہ کھڑی ہے

گھنے درخت کا سایہ تلاش کرتے ہیں
یہ بھول جاتے ہیں شاخوں سے کیا کیا ہم نے

گھور اندھیرے میں اپنے گھر سے نکلے گا کون
بیٹھا ہے بے کار مظفر دیپ جلائے تو

گھومتا ہے خیال کا طائر
تیری خاطر فلک فلک تنہا

گیلی لکڑی کی طرح جلنے کی عادت دے گیا
جانے والا جاتے جاتے کیا امانت دے گیا

ل

ل ۔ لام ۔ (ع ۔ ا ۔ مذکر) ۔ اردو کا تیسواں ۔ فارسی کا ستائیسواں ۔ عربی کا تیسواں اور ہندی کا اٹھائیسواں حرف ۔ حساب ابجد میں اس کے تیس عدد مانے گئے ہیں ۔

لا صراحی کہ کروں وہم و گماں غرق شراب
اس سے پہلے کہ میں خود وہم و گماں ہو جاؤں

لا مکاں کے لیے عروس حیات
موت کے بھیس میں نکلتی ہے

لازم تھا گزرنا زندگی سے
بن زہر پئے گزارا کب تھا

لازم نہیں ہے اس کو بھی میرا خیال ہو
جو میرا حال ہے وہ ہی اس کا بھی حال ہو

لاکھ چھپتے ہو مگر چھپ کے بھی مستور نہیں
تم عجب چیز ہو، نزدیک نہیں دور نہیں

لائی ہے اب اڑا کے گئے موسموں کی باس
برکھا کی رت کا قہر ہے اور ہم ہیں دوستو

لائی ہے اس مقام پہ آوارگی مجھے
جس کی سدا تلاش تھی، بیٹھا ہے سامنے

لب پہ ہے تلخیٔ مئے ایام ورنہ فیض
ہم تلخیٔ کلام پہ مائل ذرا نہ تھے

لب پہ سجا لیے تھے یونہی اجنبی سے نام
دل میں تما م زخم کسی آشنا کے تھے

لب خاموش سے اظہار تمنا چاہیں
بات کرنے کو بھی تصویر کا لہجہ مانگیں

لب خاموش سے افشا ہوگا
راز ہر رنگ میں رسوا ہوگا

لب و دھن بھی ملا، گفتگو کا فن بھی ملا
مگر جو دل پہ گزرتی ہے کہہ سکوں بھی نہیں

لبوں سے پھوٹ بہا گیت سسکیاں بن کر
کہ لفظ لفظ میں اس کے ملال ایسا تھا

لٹ کے بھی خوش ہوں کہ اشکوں سے بھرا ہے دامن
دیکھ غرت گر دل، یہ بھی خزانے میرے

لٹا ہے کارواں جب آچکی ہے سامنے منزل
کہاں ٹوٹی ہیں امیدیں، کہاں تقدیر بگڑی ہے

لچک رہی ہے وفور ثمر سے شاخ حیات
یہ بار ہنس کے اٹھاؤ بہار کے دن ہیں

لحاظ وضعداری میں کبھی ممکن نہ ہو شاید
تمہارا دو قدم آنا ہمارا دو قدم جانا

لرز رہے ہیں جس سے جگر کوہساروں کے
اگر وہ لہر یہاں آگئی تو کیا ہوگا

لڑکھڑاتی ہیں زبانیں سر محفل کیا کیا
تمہیں دیکھو جو مری چپ کا اثر پڑتا ہے

لڑکیوں کے دکھ عجب ہوتے ہیں، سکھ اس سے عجیب
ہنس رہی ہیں اور کاجل بھیگتا ہے ساتھ ساتھ

لطف پر اس کے ہم نشین مت جا
کبھی ہم پر بھی مہربانی تھی

لطف مئے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تونے پی ہی نہیں

لفظ کرنوں کی طرح دل میں اتر جاتے ہیں
دل نشیں ہے ترا پیرائیہ اظہار بہت

لفظ و معنی کی صداقت نہ بدل جائے کہیں
آج اپنوں سے مجھے بوئے وفا آتی ہے

لفظوں سے ان کو پیار ہے مفہوم سے مجھے
وہ گل کہیں جسے میں ترا نقش پا کہوں

لفظوں کے تراشیدہ صنم چپ تو نہیں ہیں
لہجے کی درخشندہ کرن اب بھی وہ ہی ہے

لفظوں میں چھپائے ہوئے بے ربط دلاسے
چنتی رہی شب بھر مرے آنسو تری آواز

لفظوں میں کب سمٹتا ہے وہ سحر بیکراں
شعروں کو حسن دوست کا نعم البدل نہ لکھ

لکھنا میرے مزار کے کتبے پہ، یہ حرف
مرحوم زندگی کی حراست میں مرگیا

لکھی گئی ہے، نامہ اعمال میں میرے
جن لغزشوں سے دور کی نسبت نہیں مجھے

لکھے گا کون شام کے ماتھے پہ تیرا نام
سورج تو تیرا نام بجھا کر چلا گیا!

لگا نہ دل کو کہیں، کیا سنا نہیں تو نے
جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

لمحہ، لمحہ وقت کی جھیل میں ڈوب گیا
اب پانی میں اتریں بھی تو پائیں کیا

لو آج ہم نے توڑ دیا رشتہ امید
لو اب کبھی گلہ نہ کریں گے کسی سے ہم

لو دیتی ہے تصویر، نہاں خانہ دل میں
لازم نہیں اس پھول کا پوشاک پہ ہونا

لو کی طرح چراغ کا قیدی نہیں ہوں میں
اچھا ہوا کہ اپنا مکاں کوئی بھی نہ تھا

لو وہ بھی نرم ریت کے ٹیلے میں ڈھل گیا
کل تک جو ایک کوہ گراں راہ گزر میں تھا

لو ہو چکی شفا کہ مداوائے درد دل
اب تیری دسترس سے بھی باہر لگے مجھے

لوٹ کر آئے نہ بھٹکے ہوئے راہی دل میں
آگ اس دشت میں ہم نے تو جلائی پہروں

لوٹا ہے زمانے نے میرا بیش بھی، کم بھی
چھینا تھا تجھے چھین لیا ہے تیرا غم بھی

لوٹا ہے سدا جس نے ہمیں دوست بنا کر
ہم خوش ہیں اس شخص سے پھر ہاتھ ملا کر

لوح مزار دیکھ کے جی دنگ رہ گیا
ہر ایک سر کے ساتھ فقط سنگ رہ گیا

لوگ باتیں بنانے پہ ایسے تُلے
چھپ گئی ہر حقیقت فسانوں کے بیچ

لوگ خوابوں میں سفر کرتے تھے
راستے خالی پڑے تھے باہر

لوگ سمجھے اپنی سچائی کی خاطر جان دی
ورنہ ہم تو جرم کا اقرار کرنے آئے تھے

لوگ کب کے آشنا نکلے
وقت کتنا گریز پا نکلا

لوگ کہتے ہیں جنہیں نیل کنول وہ تو قتیل
شب کو ان جھیل سی آنکھوں میں کھلا کرتے ہیں

لوگ نہ جانے کن راتوں کی مرادیں مانگا کرتے ہیں
اپنی رات تو وہ جو تیرے ساتھ گزر گئی جاناں

لہروں میں ڈوبتے رہے دریا نہیں ملا
اس سے بچھڑ کے پھر کوئی ویسا نہیں ملا

لہو صدیق! اب تک بہہ رہا ہے
کبھی اک پھول ماتھے پہ لگا تھا

لیے پھرا جو مجھے در بدر زمانے میں
خیال تجھ کو دل بے قرار کس کا تھا

لے جائیں مجھ کو مال غنیمت کے ساتھ عدو
تم نے تو ڈال دی ہے سپر تم کو اس سے کیا

لے چلے ہو مجھے ،اس بزم میں یارو!لیکن
کچھ میرا حال بھی ،پہلے سے سنا رکھا ہے

لے دے کے اب یہ ہی ہے نشان ضیا قتیل
جب دل جلے تو اس کو دیا کہہ لیا کرو

لے دے کے اپنے پاس فقط اک نظر تو ہے
کیوں دیکھیں زندگی کو کسی کی نظر سے ہم

لے گیا چھین کے آنکھیں میری
مجھ سے کیوں وعدہ فردا کر کے

لے گیا ساتھ اڑا کر باقی
ایک سوکھا ہوا پتہ ہم کو

لے گئیں جانے کہاں گرم ہوائیں ان کو
پھول سے لوگ جو دامن میں صبا رکھتے تھے

لے گیے لوگ جبینوں میں عبادت کا غرور
کتنے سجدوں کو مگر خاک بسر چھوڑ گئے

م

میم۔ [مذکر]۔ اردو کا اکتیسواں ، فارسی کا اٹھائیسواں
عربی کا چوبیسواں اور ہندی کا پچیسواں حرف۔ حساب
ابجد میں اس کے چالیس عدد فرض کیے گئے ہیں۔
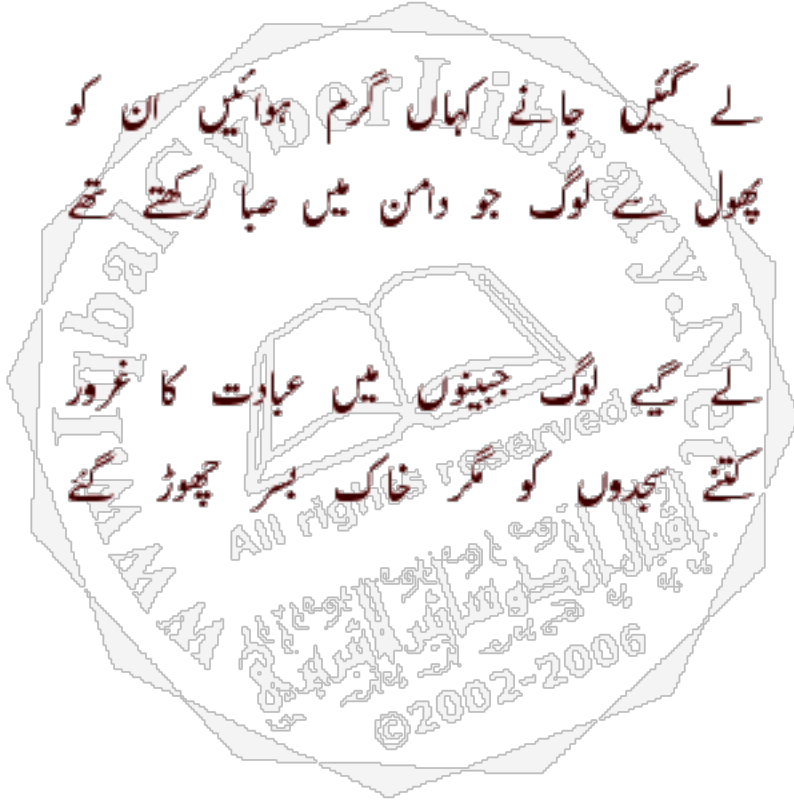
ماضی پہ گفتگو سے وہ گھبرا رہے تھے آج
میں نے بھی آج بات وہی بار بار کی

مانا کہ اس زمیں کو نہ گلزار کر سکے
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جدھر سے ہم

مانا کہ تیرا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں
ملنے کے بعد مجھ سے ذرا آئینہ بھی دیکھ

مانا کہ وہ اک خواب تھا دھوکا نظر کا تھا
اس بے وفا سے ربط مگر عمر بھر کا تھا

مت مجھ سے چھڑا ہاتھ کہ ہنگام ازل سے
تو میری طلب میرے مقدر کی امین ہے

مت ہو خفا سمجھ لے مسافر کوئی غریب
آ نکلا ہے کسی کا پتہ پوچھتا ہوا

مجھ پہ ہے شیخ کی تکریم تو لازم لیکن
اسے نزدیک سے دیکھوں تو برہم دیکھوں

مجھ سے بچھڑ کے خط میں لکھی اس نے دل کی بات
کیوں اس کو حوصلہ نہ ہوا میرے سامنے

مجھ سے بچھڑ گیا وہ ہرے جنگلوں کے بیچ
میں کس طرف کو جاؤں، کوئی راستہ نہیں

مجھ سے بچھڑا تھا وہ پہلے بھی مگر
اب کے یہ زخم نیا ہو جیسے

مجھ سے کافر پہ فرشتے کا اترنا ہی غضب
پھر ستم یہ ، اسے انسان کی سیرت دے دی

مجھ سے کہتا ہے کوئی آپ پریشان نہ ہوں
میری زلفوں کو تو عادت ہے پریشانی کی

مجھ سے مت پوچھ ترے عشق میں کیا رکھا ہے
سوز کو ساز کے پردے میں چھپا رکھا ہے

مجھ کو بھی حضور تعلق تھا آپ سے
یوں بے مروتی سے نہ دامن چھڑائیے

مجھ کو پانا ہے تو پھر مجھ میں اتر کر دیکھو
یوں کنارے سے سمندر نہیں دیکھا جاتا

مجھ کو جلیل کون کہے گا شکستہ دل
کھایا تھا ایک زخم سو وہ بے نشاں رہا

مجھ کو فرصت میں اپنی حالت پر
تو نہ آئے تو رحم آتا ہے

مجھ میں ایسی ہی خامی دیکھی اس نے
ترک وفا ورنہ اتنا آسان نہیں

مجھے اے ناخدا آخر کسی کو منہ دکھانا ہے
بہانہ کر کے تنہا پار اتر جانا نہیں آتا

مجھے آگیا یقیں سا کہ یہ ہی ہے میری منزل
سر راہ جب کسی نے مجھے دفعتاً پکارا

مجھے ساغر دوبارہ مل گیا ہے
تلاطم دوبارہ مل گیا ہے

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں، وہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا کہ چراغ راہ میں جل گئے

مجھے شادابیِ صحنِ چمن سے خوف آتا ہے
یہ ہی انداز تھے جب لٹ گئی تھی زندگی اپنی

مجھے کچھ زخم ایسے بھی ملے ہیں
کہ جن کا وقت بھی مرہم نہیں

مجھے نوید جدائی سنانے آیا تھا
جدا ہوا تو میری سمت دیکھتا بھی گیا

مجھے وفا کی طلب ہے مگر ہراک سے نہیں
کوئی ملے مگر اس یار بے وفا کی طرح

مجھے یہ ڈر ہے تیری آرزو نہ مٹ جائے
بہت دنوں سے طبیعت میری اداس نہیں

محبت ایک سمندر ہے وہ بھی اتنا بسیط
کہ اس میں کوئی تصور نہیں کنارے کا

محبت بھی کیا چیز ہے دیکھنا
ادھر بات کی چشم تر ہوگئی

محبت تیرے جلوے کتنے رنگا رنگ جلوے ہیں
کہیں محسوس ہوتی ہے کہیں معلوم ہوتی ہے

مختصر تو ویسے ہی نہ تھی قید حیات
اور معیاد بڑھا دی شب تنہائی نے

مخلص ہوں میں دشمن پہ بھی کرتا ہوں بھروسہ
تا عمر مجھے جینے کے آداب نہ آئے

مدت کے بعد اس نے سر انجمن ضمیر
دیکھا نگاہ عام سے اور خاص کر مجھے

مدت کے بعد آئے ہیں اے رہبر جہاں
میرا قیاس ہے کہ چلے تھے یہیں سے ہم

مدتوں بعد بھی یہ عالم ہے
آج ہی تو جدا ہوا ہو جیسے

مدتیں گزریں تری یاد بھی نہ آئی ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے ایسا بھی نہیں

مر جھا چکے ہیں پھول تیری یاد کے مگر
محسوس ہو رہی ہے عجب تازگی مجھے

مر گیا دل وفا کے دھوکے میں
نہ سنی تم نے واردات اس کی

مر گیا ہوتا تو شاید صبر آجاتا ریاض
کب تک اس بچھڑے ہوئے کی یاد میں روتا رہوں

مرا دامن سے لپٹنا آپ شاید بھول جائیں
مجھ کو اب تک آپ کا دامن چھڑانا یاد ہے

مرکز پر اپنے دھوپ سمٹتی ہے جس طرح
یوں رفتہ رفتہ تیرے قریب آرہا ہوں میں

مرنے کی دعائیں کیوں مانگوں، جینے کی تمنا کون کرے
یہ دنیا ہو یا وہ دنیا، اب خواہش دنیا کون کرے

مرنے کے بعد بھی میری آنکھیں کھلی رہیں
عادت جو پڑ گئی تھی ترے انتظار کی

مرنے والے تو خیر بے بس ہیں
جینے والے کمال کرتے ہیں

مری آرزو کی دنیا، دل ناتواں کی حسرت
جسے کھو کے شادماں تھے اسے آج پا کے روئے

مری بادہ پرستی پر نہ جاؤ
جوانی کو سہارا مل گیا ہے

مری تشنگی ہے ظلم تیرے غم سے آشکارا
ترا غم ہے در حقیقت مجھے زندگی سے پیارا

مری طرح سے کوئی ہے جو زندگی اپنی
تمہاری یاد کے نام انتساب کر دے گا

مرے دکھوں نے مجھے قہقہوں میں دفنایا
مرا ہوں زندہ دلی اختیار کرنے سے

مرے سخن کا قرینہ ڈبو گیا مجھ کو
کہ جس کو حال سنایا اسے فسانہ لگا

مرے سکوت سے جس کو گلے رہے کیا کیا
بچھڑتے وقت ان آنکھوں کا بولنا دیکھے

مرے وجود کو جس نے جلا کے راکھ کیا
وہ آگ اب تیرے دامن تک ہے آنے والی ہے

مسافران رہ شوق تھک گئے بھی تو کیا
جہاں رکے وہیں بستی نئی بسا لی ہے

مصلحت کا جبر ایسا تھا کہ چپ رہنا پڑا
ورنہ اسلوب زمانہ پر ہنسی آئی بہت

معرکہ عشق کا سر دے کے بھی سر ہو نہ سکا
کون راہی تھا جو اس راہ میں مارا نہ گیا

مقابلہ تو کروں راشد اپنے دشمن سے
یہ اور بات ہے جیتوں کہ ہارتا جاؤں

ملا بھی وہ تو کہاں اس کا نام لکھیں گے
کتاب زیست کا کوئی ورق بھی سادہ نہیں

ملے تو تو ہی ملے اور کچھ قبول نہیں
جہاں میں حوصلے اہل وفا کے دیکھ ذرا

منتظر کس کا ہوں ٹوٹی ہوی دہلیز پہ میں
کون آئے گا یہاں، کون ہے آنے والا

منجدھار تک پہنچنا تو ہمت کی بات تھی
ساحل کے آس پاس ہی طوفان بن گئے

منزل پہ آکے شاد عجب حادثہ ہوا
میں ہم سفر کو بھول گیا ہم سفر مجھے

منزل منزل دل بھٹکے گا
کاش تمھی نے روکا ہوتا

منصف ہو اگر تم تو کب انصاف کرو گے
مجرم ہیں اگر ہم تو سزا کیوں نہیں دیتے

منیر اس ملک پر آسیب کا سایہ ہے یا کیا ہے
کہ حرکت تیز تر ہے اور سفر آہستہ آہستہ

موت آئے گی کہ تو آئے گا، کچھ ہوگا ضرور
ہجر کی شب چاند کا چہرہ کبھی ایسا نہ تھا

موت کی آرزو بھی کر دیکھوں
کیا امیدیں تھی زندگی سے مجھے

میرا احساس تو مجھ کو دلا دو
کہاں ہوں میں مجھے میرا پتہ دو

میری آنکھوں سے عیاں ہوتا ہے میرے دل کا کرب
جب کسی مہربان کو نا مہربان کہنا پڑے

میری ساری زندگی کو بے ثمر اس نے کیا
عمر میری تھی مگر اس کو بسر اس نے کیا

میری قسمت کی لکیریں میرے ہاتھ میں نہ تھیں
تیرے ماتھے پہ کوئی میرا مقدر دیکھتا

میرے بدلے ہوئے معیار پہ حیرت کیسی
روپ تو نے بھی بدلے میری خا طر کتنے

میرے بعد وفا کا دھوکہ اور کسی سے مت کرنا
گالی دے گی دنیا تجھ کو، سر میرا جھک جائے گا

میرے تمام دوست اجنبی رفاقتوں میں گم
مری نظر میں تیرے خدوخال تیرے خواب تھے

میرے خدا نے کیا تھا مجھے اسیر بہشت
میرے گنہ نے مجھے رہائی دلائی ہے

میرے دل آنسوؤں سے ہاتھ اٹھا
کیسی بارش سے زخم دھوتا ہے

میرے دل کی آگ کا تجھ کو نہیں آتا یقین
میں نے دیکھا ہے چٹانوں سے دھواں اٹھتا ہوا

میرے ساتھ تم بھی چلنا میرے ساتھ تم بھی آنا
ذرا غم کے راستوں میں بڑی تیز تیرگی ہے

میرے غم کی تلخیوں کا اس سے کچھ اندازہ کر
مجھ کو مۓ نوشی سے بھی انکار ہے تیرے بغیر

میرے لہو کو میری خاک ناگزیر کو دیکھ
یونہی سلیقہ عرض ہنر نہیں آیا

میرے ہر لفظ میں بے تاب مرا سوز دروں
میری ہر سانس محبت کا دھواں ہے ساقی

میں اپنی ہر اک سانس اسی رات کو دے دوں
سر رکھ کے میرے سینے پہ سو جاؤ کسی دن

میں اپنے آپ میں آؤں تو بات کر پاؤں
کہ اب تلک میرا ہمزاد مجھ میں رہتا تھا

میں اپنے حصے کے سکھ جس کے نام کر ڈالوں
کوئی تو ہو جو مجھے اس طرح کا پیارا ہو

میں اس درجہ معزز ہو گیا ہوں
وہ میرے سامنے ہنستا نہیں ہے

میں اس عظیم خوشی کا نہ ہو سکوں گا حریف
مجھے خدا کے لیے اپنا آشنا نہ بنا

میں بہت سرکش ہوں لیکن اک تمھارے واسطے
دل بچھا سکتا ہوں میں آنکھیں بچھا سکتا ہوں میں

میں بہر آزمائش بھی جلا ہوں
کہ دیکھوں مجھ میں کتنی روشنی ہے

میں بھی کچھ خوش نہیں وفا کر کے
تم نے اچھا کیا نباہ نہ کی

میں پھول چنتی رہی اور مجھے خبر نہ ہوئی
وہ شخص آ کے میرے شہر سے چلا بھی گیا

میں تجھے کھو کر بھی زندہ ہوں یہ دیکھا تو نے
کس قدر حوصلہ ہارے ہوئے انسان میں ہے

میں تو اس وقت سے ڈرتا ہوں کہ وہ پوچھ نہ لے
یہ اگر ضبط کا آنسو ہے تو ٹپکا کیسے

میں تو سمجھا تھا کہ دن بھر کی رفاقت ہوگی
رات کے ساتھ گیا صبح کا تارا میرا

میں تھک گیا تھا بہت پے درپے اڑانوں سے
جبھی تو دام بھی اس بار آشیانہ لگا

میں تیرا نام نہ لوں پھر بھی لوگ پہچانیں
کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے

میں تیرا نام نہ لوں پھر بھی لوگ پہچانیں
کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے

میں تیری بزم میں کس کس کی دشمنی لیتا
لکھا تھا نام ترا بے شمار چہروں پر

میں جاں بلب ہوں ترک تعلق کے زہر سے
وہ مطمئن کہ حرف تو اس پر نہ آئے گا

میں جب بھی نئے دوستوں کی کرتا ہوں تمنا
کچھ دوست میرے اور بچھڑ جاتے ہیں انجم

میں جس کے سحر سے کوہ ندا تک آپہنچا
وہ حرف ابھی مرے لب سے ادا ہوا بھی نہیں

میں جنگ ہار بھی جاوں تو اگلے موسم میں
مجھے عدو کے مقابل سپاہ میں رکھنا

میں چپ تھا تو چلتی ہوا رک گئی
زباں سب سمجھتے ہیں جذبات کی

میں خود پہل کرتا ہوں کہ ادھر سے ہو ابتداء
برسوں گزر گئے ہیں یہ ہی سوچتے ہوئے

میں دل پہ جبر کروں گا، تجھے بھلا دوں گا
مروں گا خود بھی تجھے بھی کڑی سزا دوں گا

میں ڈھونڈ لوں گا کوئی راستہ پلٹنے کا
جو بند ہوگا کبھی مجھ پر آپ کا در بھی

میں رات ٹوٹ کے رویا تو چین سے سویا
کہ دل کا زہر میری چشم تر سے نکلا

میں سچ کہوں گی پھر بھی ہار جاؤں گی
وہ جھوٹ بولے گا اور لاجواب کر دے گا

میں سوچتی ہوں مجھ میں کمی تھی کس چیز کی
کہ سب کا ہو کے رہا وہ ، بس اک میرا نہ ہوا

میں شہر بھر میں ایک ہی اذیت پسند ہوں
گر چاہیے دعا تو میرا دل دکھایئے

میں کیا کروں میرے قاتل نہ چاہنے پر بھی
ترے لئے میرے دل سے دعا نکلتی ہے

میں کیا کروں میرے قاتل نہ چاہنے پر بھی
ترے لیے میرے دل سے دعا نکلتی ہے

میں نے جس بت پر نظر ڈالی جنون شوق میں
دیکھتا کیا ہوں وہ تیرا ہی سراپا ہوگیا

میں نے چاہا تھا کہ اشکوں کا تماشا دیکھوں
اور آنکھوں کا خزانہ تھا کہ خالی نکلا

میں نے سنا ہے ترک تعلق کے بعد سے
افسردہ گر نہیں تو وہ مسرور بھی نہیں

میں نے گر ہاتھ بڑھایا وہ بکھر جائے گا
وہ کسی جھیل میں اترا ہے نظاروں کی طرح

میں وجہ دوستی سن کر مسکرائی تو
وہ چونک اٹھا ، عجب نظر سے مجھ کو دیکھنے لگا

میں وہ مسافر دشت غم محبت ہوں
جو گھر پہنچ کے بھی سوچے کہ گھر نہیں آیا

میں یاد دلاتا ہوں شکایت نہیں کرتا
بھولے ہوئے اقرار پہ تنقید کا حق ہے

میں تجھ کو پا کے ، تجھی کو صدائیں دیتا ہوں
تو میرے دل میں اتر کر بھی کیوں سفر میں رہا

مے خانے کی توہین ہے رندوں کی ہتک ہے
کم ظرف کے ہاتھوں میں اگر جام دیا جائے
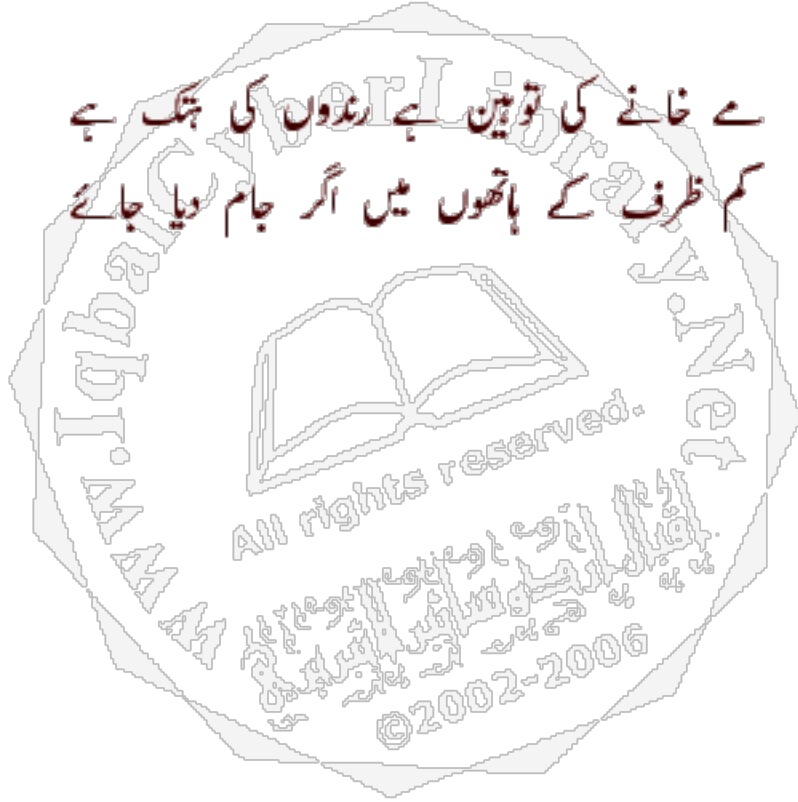
ن

ن۔(نون) مذکر۔ اردو کا بتیسواں ، فارسی کا انتیسواں ،
عربی کا پچیسواں اور ہندی کا بیسواں حرف۔ ابجد میں اس
کے پچاس عدد فرض کے گئے ہیں۔

ناشناسی دہر کی تنہا ہمیں کرتی گئی
ہوتے ہوتے ہم زمانے سے جدا ہوتے گئے

نا مرادی کی تھکن سے جسم پتھر ہو گیا
اب سکت کیسی دل ویراں ذرا آہستہ چل

نا مرادی نے کر دیا خود دار
اب سر شوق خم نہیں ہوتا

ناداں تھا جو پرندہ وہ اڑ اڑ کے تھک گیا
جو رمز آشنا تھا، تہہ دام سوگیا

ناصر یہ شعر کیوں نہ ہوں موتی سے آبدار
اس فن میں میں نے کی ہے بہت دیر جاں کنی

ناکام تمنا دل اس سوچ میں رہتا ہے
ہوں ہوتا تو کیا ہوتا ،یوں ہوتا تو کیا ہوتا

نام بھی جس کا زباں پر تھا دعاؤں کی طرح
وہ مجھے ملتا رہا نا آشناؤں کی طرح

نامہ گیا کوئی نہ کوئی نامہ بر گیا
تیری خبر نہ آئی زمانہ گزر گیا

نڈھال ہو کے رو کے ہیں جہاں قدم فارغ
کسی کی یاد نے آکر تھکن اتاری ہے

نسیم تیرے شبستاں سے ہو کے آئی ہے،
مری سحر میں مہک ہے ، ترے بدن کی سی

نظر ان کی زباں ان کی، تعجب ہے کہ اس پر بھی
نظر کچھ اور کہتی ہے زباں کچھ اور کہتی ہے

نظر آتا نہیں جب حرف کوئی لوح عالم پر
میں اپنا نام لکھ کر اور مٹا کر دیکھ لیتا ہوں

نقش گزرے ہوئے لمحوں کے ہیں دل پر کیا کیا
مڑ کے دیکھوں تو نظر آتے ہیں منظر کیا کیا

نکلے اگر تو چاند دریچے میں رک بھی جائے
اس شہر بے چراغ میں کسی کا نصیب تھا

نکلے ہیں تو رستے میں کہیں شام بھی ہوگی
سورج بھی مگر آئے گا اس راہگزر سے

نگار یار کا کیا ہے، ہوئی، ہوئی نہ ہوئی
یہ دل کا درد ہے پیارے، گیا گیا، نہ گیا

نگاہ زود فراموش سے نہیں شکوہ
شریک غم ہے روزگار تیرے بعد

نگاہ و دل کا فسانہ قریب اختتام آیا!
ہمیں اب اس سے کیا، آئی سحر یا وقت شام آیا

نگل رہی ہے اگر تیرگی تو کیا تم لوگ!
سحر کے وقت چراغوں کی لو ابھارو گے

نوخیز بہاروں کی تباہی کا قصیدہ
سوکھی ہوئی شاخوں پہ لکھا دیکھ رہا ہوں

نئے موسم بڑے بے درد نکلے
ہرے پیڑوں کے پتے زرد نکلے

نہ انجمن میں سکوں ہے نہ کنج خلوت میں
خدا گواہ! قیامت کے اضطراب میں ہوں

نہ پوچھ کیوں مری آنکھوں میں آگئے آنسو
جو تیرے دل میں ہے اس بات پر نہیں آئے

نہ پوچھو کیا گزرتی ہے دل خوددار پہ اکثر
کسی بے مہر کو جب مہرباں کہنا ہی پڑتا ہے

نہ تھا اپنی ہی قسمت میں طلوع مہر کا جلوہ
سحر ہوجائے گی شام غریباں ہم نہیں ہونگے

نہ تھمتی تھیں آہیں نہ رکتے تھے آنسو
حسن تجھ کو کیا رات غم تھا کسی کا

نہ ٹھہرا ایک بھی امجد میری آنکھوں کے ساحل پر
ہزاروں کارواں اس راہگزر آب سے نکلے

نہ جانے دشمنوں کی کون سی بات یاد آ گئی
لبوں تک آتے آتے بددعا ہی اور ہوگئی

نہ جانے رت کا تصرف تھا یا نظر کا فریب
کلی وہ ہی تھی مگر رنگ جھلملائے بہت

نہ جانے کب کا پہنچ بھی چکا سر منزل
وہ شخص جس کا ہمیں انتظار راہ میں ہے

نہ جانے کب کا پہنچ بھی چکا سر منزل
وہ شخص جس کا ہمیں انتظار راہ میں ہے

نہ جانے کس کی آمد ہے کہ تارے
دورویہ مشعلیں لے کر کھڑے ہیں

نہ جانے کون سی منزل کو ن لے چلے ہم کو
وہ ہم سفر جو حقیقت میں ہم سفر بھی نہیں

نہ جانے کیوں میری آنکھیں برسنے لگتی ہیں
جو سچ کہوں تو کچھ ایسا اداس ہوں بھی نہیں

نہ جانے کیوں میری آنکھیں برسنے لگتی ہیں
جو سچ کہوں تو کچھ ایسا اداس ہوں بھی نہیں

نہ جی بھر کے دیکھا نہ ملاقات کی
بڑی آرزو تھی ملاقات کی

نہ چھیڑ ان کو خدا کے لیے کہ اہل وفا
بھٹک گئے تو پھر راہ پر نہیں آئے

نہ دنیا ،نہ عقبیٰ، کہاں جایئے
کہیں اہل دل کا ٹھکانہ بھی ہے

نہ دے سکا مجھے تعبیر، خواب تو بخشے
میں احترام کروں گی تری بڑائی کا

نہ ذات میں کوئی منزل،نہ کائنات میں ہے
سفر کروں تو کہاں ، میرا کوئی جادہ نہیں

نہ رہنماؤں کی مجلس میں لے چلو مجھ کو
میں بے ادب ہوں ہنسی آگئی تو کیا ہوگا

نہ سہہ سکوں گا غم ذات کو اکیلا میں
کہاں تک اور کسی پر کروں بھروسہ میں

نہ سہی پسند حکمت، یہ شعار اہل دل ہے
کبھی سر بھی دے دیا ہے بہ صلاح دوست داراں

نہ سہی جنس گراں،اس قدر ارزاں بھی نہ تھی
کس سہولت سے مگر تو نے مجھے ہار دیا

نہ فنا میری نہ بقا میری، مجھے اے شکیل نہ ڈھونڈیئے
میں کسی کا حسن خیال ہوں، مرا کچھ وجود عدم نہیں

نہ کوئی یار نہ کوئی دیار کیا کیجیے
سوائے سانس کے اب کوئی سلسلہ نہیں رہا

نہ گرد راہ ہے رخ پر نہ آنکھ میں آنسو
یہ جستجو بھی سہی اس کی جستجو تو نہیں

نہ گل کھلے ہیں نہ ان سے ملے نہ مے پی ہے
عجیب رنگ میں اب کے بہار گزری ہے

نہ گل کھلے ہیں ، نہ ان سے ملے ، نہ مے پی ہے
عجب رنگ میں اب کے بہا ر گزری ہے

نہ ملا پر نہ ملا عشق کو انداز جنون
ہم نے مجنوں کی بھی آشفتہ سری دیکھی ہے

نہ ملے زہر تو اپنا ہی لہو پیتے ہیں
جام خالی نہیں رہتے کبھی سقراطوں کے

نہ نئے رنگ سے روئے نہ ہنسے
کوئی فن بھی تو نہ آیا ہم کو

نہ ہنسنے دے نہ رونے دے، نہ جینے دے نہ مرنے دے
اسی کو اصلاحاً ہم زمانہ کہتے آئے ہیں

نہ یہ تقدیر کا لکھا تھا نہ منشائے خدا
حادثے مجھ پہ جو گزرے مرے حالات میں تھے

نہیں جاتے ہیں دکھ اب آ کے گھر سے
کہ یہ آنا تیرا آنا نہیں ہے

نہیں دنیا کو جب پرواہ ہماری
تو پھر دنیا کی پرواہ کیوں کریں ہم

نہیں کہ عرصہء گرداب ہی غنیمت تھا
مگر یقین تو دلاؤ یہ ہی کنارے ہیں

نہیں میرے لیے کیا اور کوئی
اسی کا راستہ کیوں دیکھتا ہوں!

نہیں نہیں، یہ خبر دشمنوں نے دی ہوگی
وہ آئے، آ کے چلے بھی گئے ، ملے بھی نہیں

نہیں یہ زندگی اک دو قدم کی
پڑا ہے راہ میں صحرا کا صحرا

و

و (واؤ) [ع۔ ا۔ مذکر و مونث] ۔ اردو کا تینتیسواں (۳۳)۔ فارسی کا تیسواں (۳۰) ۔ عربي کا چھبیسواں (۲۶) اور ہندی کا انتیسواں (۲۹) حرف ۔ حساب ابجد میں اس کے چھ عدد مقرر ہیں ۔

وابستہ میری یاد سے کچھ تلخیاں بھی تھیں
اچھا کیا جو مجھ کو فراموش کر دیا

واعظوں میں نے بھی انساں کی عبادت کی ہے
پر کوئی نقش نہیں ہے مری پیشانی پر

واقعی نور لیے پھرتے ہیں سر پر کوئی
اپنے اطراف جو سایہ نہیں رہنے دیتے

ورنہ یوں طنز کا لہجہ بھی کسے ملتا ہے
ان کا یہ طرز سخن خاص عنایت جانیں

وعدہ جو تھا نباہ کا تم نے وفا نہیں کیا
ہم نے تو آج تک تمہیں دل سے جدا نہیں کیا

وفا تجھ سے اے بے وفا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

وفا کے خواب محبت کا آسرا لے جا
اگر چلا ہے تو جو کچھ مجھے دیا لے جا

وقت سے پہلے ٹوٹ جاتے ہیں
جن کھلونوں کی دیکھ بھال نہ ہو

وقت کے پاس ہیں کچھ تصویریں
کوئی ڈوبا ہے کہ ابھرا دیکھو!

وہ اب ملے بھی تو ملتا ہے اس طرح جیسے
بجھے چراغ کو جیسے ہوا گزرتی ہے

وہ اب میری ضرورت بن گیا ہے
کہاں ممکن رہا اس سے نہ بولوں

وہ اپنی ایک ذات میں کل کائنات تھا
دنیا کے ہر فریب سے ملوا دیا مجھے

وہ ایک رشتہء بے نام بھی نہیں لیکن
میں اب بھی اس کے اشاروں پہ سر جھکاؤں گی

وہ آتے ہیں تو دل میں اک کسک محسوس ہوتی ہے
میں ڈرتا ہوں کہیں اس کو محبت تو نہیں کہتے

وہ آئے بزم میں اتنا تو میر نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

وہ بادل سر پہ چھائے ہیں کہ سر سے ہٹ نہیں سکتے
ملا ہے درد وہ دل کو کہ دل سے جا نہیں سکتا

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

وہ بھی بہت اکیلا ہے شاید میری طرح
اس کو بھی کوئی چاہنے والا نہیں ملا

وہ بھی تجھ کو میرا بنا نہ سکا
جس نے قسمت میری بنائی ہے

وہ بھی شاید رو پڑے ویران کاغذ دیکھ کر
میں نے اس کو آخری خط میں لکھا کچھ بھی نہیں

وہ تردید وفا تو کر رہا تھا
مگر اس شخص کی حالت عجیب تھی

وہ تو خوشبو ہے اسے چوم سکوں گے کیسے
مر بھی جاؤں تو یہ ارماں نہ کبھی نکلے گا

وہ تو خوشبو ہے، ہواؤں میں بکھر جائے گا
مسئلہ پھول کا ہے پھول کدھر جائے گا

وہ تو دنیا کو میری دیوانگی خوش آ گئی
تیرے ہاتھوں میں وگرنہ پہلا پتھر دیکھتا

وہ تیری بھی تو پہلی محبت نہ تھی قتیل
پھر کیا ہوا اگر کوئی ہر جائی بن گیا

وہ جب آئے گا تو پھر اس کی رفاقت کے لیے
موسم گل میرے آنگن میں ٹھہر جائے گا

وہ جس گھمنڈ سے بچھڑا ، گلہ تو اس کا ہے
کہ ساری بات محبت میں رکھ رکھاؤ کی تھی

وہ جھوٹے موتیوں کی چمک پر پھسل گئی
میں ہاتھ میں لیے ہوئے الماس رہ گیا

وہ چاند بن کر میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا
میں اس کے ہجر کی راتوں میں کب اکیلی ہوئی

وہ چاند بن کے میرے جسم میں پگھلتا رہا
لہو میں ہوتی گئی روشنی کی آمیزش

وہ داستاں جو تیری دل کشی نے چھیڑی تھی
ہزار بار میری سادگی نے دہرائی

وہ دیکھتا ہے میرے اضطراب کو ہنس کر
میں تیز رو ہوں وہ ٹھہرا ہوا سمندر ہے

وہ زمانوں کے لیے روشنی کر جاتے ہیں
لوگ جل بجھتے ہیں یونہی شراروں کی طرح

وہ زندگی ہو کہ دنیا کیا کیجیے
کہ جس سے عشق کرو بے وفا نکلتی ہے

وہ ساتھ تھا تو خدا بھی تھا مہرباں کیا کیا
بچھڑ گیا ہے تو ہوئی ہیں عداوتیں کیسی

وہ سمندر ہے تو پھر روح کو شاداب کرے
تشنگی کیوں مجھے دیتا ہے سرابوں کی طرح

وہ صبح رہائی تھی یا شام اسیری تھی
جب میں درزنداں سے زنجیر اٹھا لایا

وہ کہیں بھی گیا، لوٹا تو میرے پاس آیا
بس یہی بات ہے اچھی میرے ہرجائی کی

وہ کیا گیا کہ رفاقت کے سارے لطف گئے
میں کس سے روٹھ سکوں گی کسے مناؤں گی

وہ مجھ سے پیار نہ کرتا تو اور کیا کرتا
کہ دشمنی میں بھی شدت اسی لگاؤ کی تھی

وہ مجھ سے چاہتا کیا تھا مجھے خبر نہ ہوئی
بکھیرتا بھی رہا اور سمیٹتا بھی رہا

وہ مجھ کو برف کے طوفاں میں کیسے چھوڑ گیا
ہوائے سرد میں بھی جب میری حفاظت کی

وہ مجھ کو چاہتی ہے اور مجھ تک آ نہیں سکتی
میں اس کو سوچتا ہوں اور اس کو پا نہیں سکتا

وہ مخمور نظریں ، وہ مدہوش آنکھیں
خراب محبت ہوا چاہتا ہوں

وہ مدتوں کی جدائی کے بعد ہم سے ملا
تو اس طرح سے کہ اب ہم گریز کرنے لگے

وہ مروت سے ملا ہے تو جھکادوں گردن
میرے دشمن کا کوئی وار نہ خالی جائے

وہ مزہ دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے یا رب
میرے دونوں پہلوؤں میں دل بے قرار ہوتا

وہ میرا نا م لیے جائے اور میں اس کا نام
لہو میں گونج رہا ہے ، پکار کا موسم

وہی زمیں ہے وہی آسماں وہی ہم تم
سوال یہ ہے زمانہ بدل گیا کیسے

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہے
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

ویسے تو ہر شخص کے دل میں ایک کہانی ہوتی ہے
ہجر کا لاوا، غم کا سلیقہ، درد کا لہجہ ہو تو کہو

ہ

ہ(ہاہے) (ع۔ ا۔مونث) اردو کا چونتیسواں ،فارسی کا اکتیسواں ، عربی کا ستائیسواں اور ہندی کا تینتیسواں حرف ۔اسے ہائے مخفی اور ہائے ہوز بھی کہتے ہیں۔حساب ابجد میں اس کے پانچ عدد مقرر ہیں ۔

ہاتھ میرے بھول بیٹھے دستکیں دینے کا فن
بند مجھ پر جب سے اس کے گھر کا دروازہ ہوا

ہاتھ آئی نہ دنیا بھی اور عشق میں بھی گمنام رہے
سوچ کے اب شرمندہ ہیں کیوں دونوں میں ناکام رہے

ہاتھ کانٹوں سے کر لیے زخمی
پھول بالوں میں اک سجانے کو
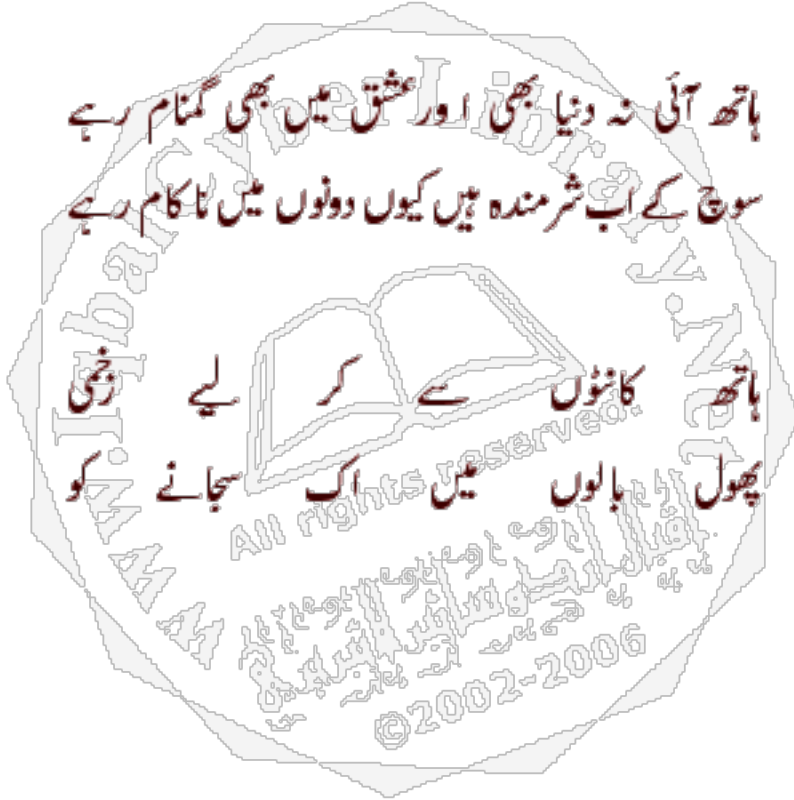
ہارنے والوں سے سمجھوتہ کہاں ممکن تھا
حرف بدلتے بھی تو مفہوم بدل جانا تھا

ہجر کا دکھ بھی کڑا دکھ ہے مگر اس کے سوا
دل نے جھیلے ہیں جس عنوان سے غم کیوں نہ لکھیں

ہجر کے ماروں کی خوش فہمی! جاگ رہے ہیں پہروں سے
جیسے یوں شب کٹ جائے گی جیسے تم آجاؤ گے

ہجرت کا اعتبار کہاں ہو سکے کہ جب
چھوڑی ہوئی جگہ کی نشانی بھی ساتھ ہے

ہجوم سے اتنا گزرنے کا راستہ ہی نہیں
چمن میں دھوم ہے اس گل کی جو کھلا ہے نہیں

ہجوم شہر میں رہ کے بھی اس لیے خوش ہوں
کہ میرا ساتھ دیئے جا رہی ہے میری تنہائی

ہجوم یاس ہے اور منزلوں اندھیرا ہے
وہ رات ہے کہ ستارے نظر نہیں آتے

ہر اک قدم اجل تھا، ہر اک گام زندگی
ہم گھوم پھر کے کوچہء قاتل سے آئے ہیں

ہر اک نقش پہ تھا تیرے نقشِ پا کا گماں
قدم قدم پہ تیرے رہگزر سے گزرے ہیں

ہر آشنا میں کہاں خوئے محرمانہ وہ
کہ بے وفا تھا مگر دوست تھا پرانا وہ

ہر دل میں حسرتوں کے ہیں میلے لگے ہوئے
ہر شخص آپ اپنی امیدوں کی لاش ہے

ہر روز ہی امروز کو فردا نہ کرو گے
وعدہ یہ کرو پھر کبھی وعدہ نہ کرو گے

ہر سمندر کا ایک ساحل ہے
ہجر کی رات کا کنارہ نہیں

ہر شام وصل ہو نئی تمہید دلبری
اتنا بھی انتظار کا قائل نہیں ہوں میں

ہر شخص کو مت ٹوٹ کے چاہو میرے یارو
ہر شخص کبھی پیار کا خوگر نہیں ہوتا

ہر کوئی ہم سے ملا عمر گریزاں کی طرح
وہ تو جس دل سے بھی گزرا گھر کر آیا

ہر کوئی ہم سے ملا عمر گریزاں کی طرح
وہ تو جس دل سے بھی گزرا وہیں گھر کر آیا

ہر لفظ دل کی آرزو ہر چہرہ آئینہ لگے
ہم خوش یقین اتنے ہمیں ہر خواب سچا لگے

ہر لمحہ جس نے ساتھ دیا اب وہ زندگی
بھولی ہوئی سی کچھ لگے، کچھ یاد سی لگے

ہر وقت کا ہنسنا تجھے برباد نہ کر دے
تنہائی کے لمحوں میں کبھی رو بھی لیا کر

حرج تو کوئی نہیں پھر بھی خیال آتا ہے
کیوں برے وقت میں سرکار کا احسان لینا

ہزار امتحاں یہاں ہزار آزمائشیں
ہزار دکھ ہزار غم اٹھا سکو تو ساتھ دو

ہزار وسوسے اٹھتے ہیں اس کی آنکھوں میں
لکھا نہ کر اسے خط سرخ روشنائی سے

ہستی کے مسائل نے تیری یاد بھلا دی
یوں تجھ کو بھلانے کا ارادہ تو نہیں تھا

ہم اپنے زعم میں خوش تھے کہ اس کو بھول چکے
مگر گماں تھا یہ بھی قیاس تھا وہ بھی

ہم اسے یاد بہت آئیں گے
جب اسے بھی کوئی ٹھکرائے گا

ہم ایک عمر سے محسن ! خمار خواب میں ہیں
ہماری بات زمانے میں کوئی کیا سنتا

ہم بھرے شہروں میں بھی تنہا ہیں جانے کس طرح
لوگ ویرانوں میں کر لیتے ہیں پیدا آشنا

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

ہم تجھ سے الگ رہ کے بھی رہتے ہیں تیرے پاس
ہوتے ہیں تیری بزم میں ہوتے ہیں جہاں بھی

ہم تو مجبور وفا ہیں مگر اے جان جہاں
اپنے عشاق سے ایسے بھی کوئی کرتا ہے

ہم تو یہ سمجھے تھے اک زخم ہے بھر جائے گا
کیا خبر تھی کہ رگ جاں میں اتر جائے گا

ہم تیرے لطف سے نادم ہیں کہ اکثر اوقات
دل کسی اور کی باتوں سے دکھا ہوتا ہے

ہم چراغِ شب ہی جب ٹھہرے تو پھر کیا سوچنا
رات تھی کس کا مقدر اور سحر دیکھے گا کون

ہم دل کے آئینے کی حفاظت نہ کر سکے
پتھر برس پڑے ہیں کبھی ٹکرا گئے ہیں لوگ

ہم سے کیا ہو سکا محبت میں
تم نے تو خیر بے وفائی کی

ہم فقیروں کو بھلا آپ سے کیا شکوہ
ہم تو بس آپ کے ممنون کرم رہتے ہیں

ہم کو آپس میں محبت نہیں کرنے دیتے
اک یہ ہی عیب ہے اس شہر کے داناؤں میں

ہم کو پوچھا ہمارے بعد سلیم
جیسے سوتے کو کوئی دے پیار

ہم کو جہاں پہچاننے والے نظر آئے
آواز ہی کچھ اور وہاں ہم نے بنالی

ہم کو حالات نے اس طرح کیا تھا یک جا
جیسے گلدان میں دو پھول گلے ملتے ہیں

ہم کو رسوا نہ کر زمانے میں
بس کہ تیر ا ہی راز ہیں ہم لوگ

ہم کہ روٹھی ہوئی رت کو بھی منا لیتے ہیں
ہم نے دیکھا ہی نہیں موسم ہجراں جاناں

ہم نہ ہونگے تجھے کون صدا دے گا
ہم فقیروں کو نگاہوں سے گرانے والے

ہم نے دیکھا ہے تیرا پیار سے روشن چہرہ
اب کسی گل پہ نہ تارے پہ نظر ٹھہرے گی

ہم وفائیں کر کے رکھتے ہیں وفاؤں کی امید
دوست میں اس قدر سوداگری بھی جرم ہے

ہماری زندہ دلی دیکھنے کے لائق ہے
لہو لہو میں مگر سینہ تانے آئے ہیں

ہماری آنکھوں میں چاند تارے تھے، ابر گریہ تھا، کہکشاں تھی
تم ایسے موسم میں آئے ہو جب تمام دریا اتر گئے ہیں

ہمارے حال کی خبر وہ رکھتا تھا
ساری عمر جو انجان دکھائی دیا

ہمارے نام سے ہونگی روائتیں زندہ
ہمارے حصے میں پرچم وفا کے آئے ہیں

ہمت نہ ہار ایک قدم کا ہی فرق ہے
کانٹوں کی وادیوں سے گلوں کے دیار تک

ہمیشہ ہونٹوں پہ اس کے ہنسی نظر آئی
ہماری آنکھوں آنسو بھی بے شمار ملے

ہمیں بھی دیکھ جو اس درد سے کچھ ہوش میں آئے
ارے دیوانہ ہو جانا محبت میں تو آساں ہے!

ہمیں خبر ہے کہ کیا کیا ہیں ہجرتوں کے ثواب
جو دکھ اٹھائے ہیں ہم نے وہ ہم ہی جانتے ہیں

ہمیں سے رنگ گلستان ہمیں سے رنگ بہار
ہمیں کو نظم گلستان پہ اختیار نہیں

ہمیں نے ترک تعلق میں پہل کی کہ فراز
وہ چاہتا تھا مگر حوصلہ نہ تھا اس کا

ہنس پڑتا ہے بہت زیادہ غم میں بھی انسان
بہت خوشی سے بھی تو آنکھیں ہو جاتی ہیں نم

ہنس ہنس کے میں نے آنکھ سے دریا بہا دیا
اب اس قدر بھی زندہ دلی چاہتا نہیں

ہنسی خوشی بچھڑ جا اگر بچھڑنا ہے !
یہ ہر مقام پہ کیا سوچتا ہے آخر تو

ہو چکا قطع تعلق تو جفائیں کیوں ہوں
جن کو مطلب کہیں رہتا ہے وہ ستاتے بھی نہیں

ہو غرض کوئی اگر پیش نظر
اہتمام دوستی کرتے ہیں لوگ

ہو مظفر جانے کب بیتے دنوں کی واپسی
بس گزرتی ساعتوں کی چاپ دروازے میں ہے

ہو نہ ہو یہ کوئی سچ بولنے والا ہے قتیل
جس کے ہاتھوں میں قلم پاؤں میں زنجیریں ہیں

ہوا ہی ایسی چلی ہے کہ جی بحال نہیں
ورنہ ہم تو بہت کم اداس رہتے ہیں

ہوا ہے تجھ سے بچھڑنے کے بعد اب معلوم
کہ تو نہیں تھا تیرے ساتھ ایک دنیا تھی

ہوتی ہے تیرے نام سے وحشت کبھی کبھی
برہم ہوئی ہے یوں بھی طبیعت کبھی کبھی

ہوس نصیب نظر کو کہیں قرار نہیں
میں منتظر ہوں مگر تیرا انتظار نہیں

ہونٹ سل جائیں مگر جراتء اظہار ہے
دل کی آواز کو مدہم نہ کرو دیوانو

ہیں تری آنکھوں میں کچھ عہد بہاراں کے نشان
ورنہ دنیا کی ہر اک چیز خزاں دیدہ لگے

ہیں سختیء سفر سے بہت تنگ پر منیر
گھر کو پلٹ ہی جائیں ایسے بھی نہیں ہم

ہے تجھ کو گلہ میرے خیالات سے اب تک
میں بھی تیرے حالات سے شاکی تو رہا ہوں

ہے دل کی موت عہد وفا کی شکستگی
پھر بھی جو کوئی ترک محبت کرے کرے

ہے گنجائش ابھی آواز دے کر روک لو مجھ کو
گیا تو پھر کبھی واپس پلٹ کر میں نہ آؤں گا

ہے محبت کا سلیقہ ابھی پیدا کرنا
آ ہی جائے گا کبھی تیری تمنا کرنا

ی
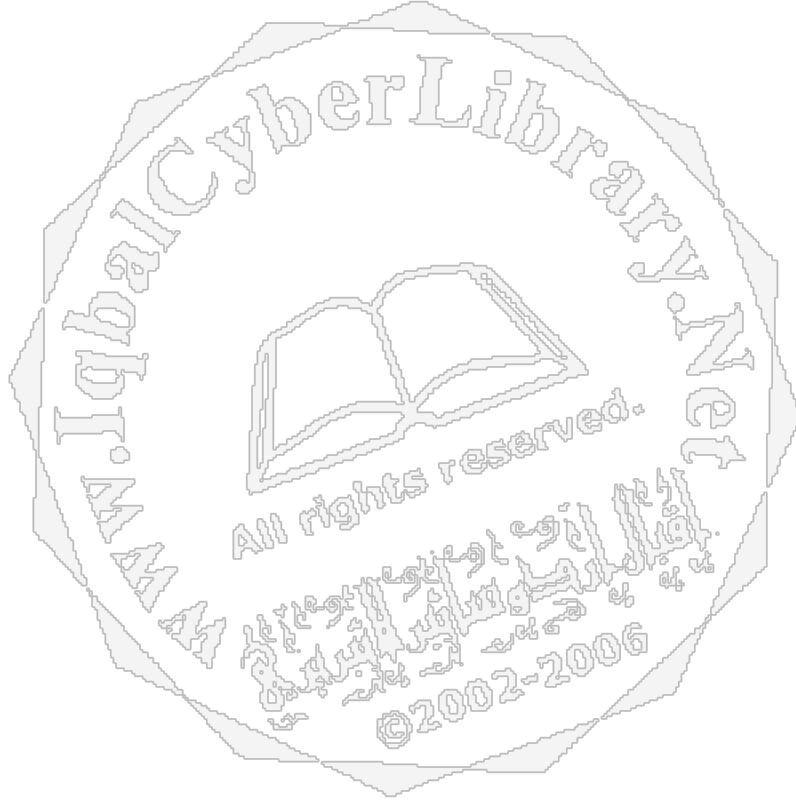
ی (یا ۔ یے) (ع) ۔ اردو کا پینتیسواں (۳۵) ۔ فارسی کا بتیسواں ۔ عربی کا اٹھائیسواں اور ہندی کا چھبیسواں حرف ۔حساب ابجد میں اس کے دس عدد فرض کیے گئے ہیں ۔

یاد تو ہونگی وہ باتیں تجھے اب بھی لیکن
شیلف میں رکھی ہوئی بند کتابوں کی طرح

یاد کے بے نشاں جزیروں سے
تیری آواز آرہی ہے ابھی

یارو یہ دور ضعف بصارت کا دور ہے
آندھی اٹھے تو اس کو گھٹا کہہ لیا کرو

یقین تو ہے کھلے گا نہ کھل سکا بھی اگر
در بہار پہ دستک دیئے ہی جائیں گے

یوں بھی شاید مل سکے ہونے نہ ہونے کا سراغ
اب مسلسل خود کے اندر جھانکتا رہتا ہوں میں

یوں پھر رہا ہے کانچ کا پیکر لیے ہوئے
غافل کو یہ گماں ہے کہ پتھر نہ آئے گا

یوں تو کرتے ہیں سبھی عشق کی رسمیں پوری
دودھ کی نہر نکالے کوئی کو ہساروں سے

یوں اگر سوچوں تو اک اک نقش ہے سینے پہ نقش
ہائے وہ چہرہ کہ پھر بھی آنکھ میں بنتا نہیں

یوں بہت ہنس کے ملا تھا، لیکن
دل ہی دل میں وہ خفا ہو جیسے

یوں تراشوں گا غزل میں تیرے پیکر کے نقوش
وہ بھی دیکھے گا تجھے جس نے تجھے دیکھا نہیں

یوں تو اک پھول کی پتی سے بہل جاتا ہوں
میں مچل جاؤں تو صحرا کا کھلونا چاہوں

یوں تو وہ میری رگ و جاں سے بھی تھے نزدیک تر
آنسوؤں کی دھند میں لیکن نہ پہچانے گئے

یوں جا رہا ہوں جیسے نہ آؤں گا پھر کبھی
مڑ مڑ کے دیکھتی ہے میری رہگور مجھے

یوں حسرتوں کے خوں کی مہک میں بسا ہے دل
مہندی رچا وہ ہاتھ معطر ہو جس طرح

یوں گزرتی ہے رگ و پے سے تیری یاد کی لہر
جیسے زنجیر چھنک اٹھتی ہے زندانی کی

یہ اتنی رات گئے کون دستکیں دے گا
کہیں ہوا کا ہی اس نے نہ روپ دھارا ہو

یہ اعجاز ہے حسن آوارگی کا
جہاں بھی گئے داستاں چھوڑ آئے

یہ الگ بات کہ غم راس ہے اب
اس میں اندیشہ جان تھا پہلے

یہ الگ بات ہے کہ ہارے ہم
حشر اک بار تو اٹھا کے رہے ہم

یہ آنا کوئی آنا ہے کہ بس رسما چلے آئے
یہ ملنا خاک ملنا ہے کہ دل سے دل نہیں ملتا

یہ بھی شاید زندگی کی اک ادا ہے دوستو
جس کو ساتھی مل گیا وہ اور تنہا ہوگیا

یہ بھی میرا جرم ہے بے بس تو ہوں بے حس نہیں
سیر دنیا کتنا جان لیوا تماشا ہے مجھے

یہ تصرف ہے ترا ، یا میرا معیار وفا
ترک الفت پر بھی تو اتنا ہی پیارا کیوں ہے

یہ تیرگی تو بہر حال چھٹ ہی جائے گی
نہ راس آئی ہمیں روشنی تو کیا ہوگا

یہ تیری توجہ کا ہے اعجاز کہ مجھ سے
ہر شخص ترے شہر کا برہم ہے میری جاں

یہ جو اک حرف دعا ہے لب پر
نارسا ہو کہ رسا کافی ہے

یہ دریائے محبت ہے ، یہاں اہل سفینہ کو
غم طوفاں نہیں ہوتا غم ساحل تو کیا ہوگا

یہ راہرو تھے کبھی راہ زندگی کا سراغ
یہ راہرو کہ بھٹکتے ہیں رہنما کے لیے

یہ رنگ چہرے کے اور خواب اپنی آنکھوں کے
ہوا چلے کوئی ایسی بکھر نہ جائیں کہیں

یہ روز ازل فیصلہ ہو چکا ہے
مسرت شریک محبت نہ ہوگی

یہ سال طول مسافت سے چور چور گیا
یہ ایک سال تو گزرا ہے اک صدی کی طرح

یہ سوچتی ہوئی شمعیں، یہ جاگتے ہوئے غم
یہ سب درست سہی مگر جان من سوچا

یہ عہد وہ ہے کہ میری وفا کے قصوں میں
تیری جفا کی حکایات بھی بیاں ہوگی

یہ غم نہیں کہ اجالوں نے ساتھ چھوڑ دیا
ترا خیال مجھے روشنی دکھاتا ہے

یہ قید ماہ و سال اگر یوں ہی رہی تو
پہنچے گا مرے حال کو تو کتنے برس میں

یہ کافی ہے کہ ہم دشمن نہیں ہیں
وفاداری کا دعویٰ کیوں کریں ہم

یہ کس مقام پہ پہنچا ہے کاروان وفا
ہے ایک زہر سا پھیلا ہوا فضاؤں میں

یہ کس نے آج جگائی ہے عہد رفتہ کی یاد
یہ کون دل کے قریں آج نوحہ خواں سا ہے

یہ کشمکش الگ ہے کہ کس کشمکش میں ہوں
آتا نہیں سمجھ بہت سوچتا ہوں میں

یہ کہہ کے اس نے شجر کو تنے سے کاٹ دیا
کہ اس درخت میں کچھ ٹہنیاں پرانی ہیں

یہ مجھے چین کیوں نہیں پڑتا
ایک ہی شخص تھا جہاں میں کیا

یہ میرا تجربہ ہے حسن کوئی چال چلے
بازی عشق کبھی مات نہیں ہوتی

یہ ہی تسکین کی صورت ہے تو پھر
چار دن غم کو بھی اپنا دیکھو

یہ ہی دل تھا کہ ترستا تھا مراسم کے لیے
اب یہ ہی ترک تعلق کے بہانے مانگے

یہ ہی دل جس کو شکایت ہے گراں جانی کی
یہ ہی دل کار گہ شیشہ گراں ہوتا ہے

یہاں بھی ہوگئے اغیار انجمن آرا
میں اپنے دل کی بھری محفلوں میں تنہا ہوں

یہیں سے سیکھے تھے آداب بندگی میں نے
یہیں جبیں تھی کبھی اور یہیں زمیں تھی کبھی

یہی نہیں کہ زمانے میں آشنا نہ ملا
ستم تو یہ ہے کہ وفاؤں کا بھی صلا نہ ملا